ماہنامہ

پاک جمہوریت

لاہور

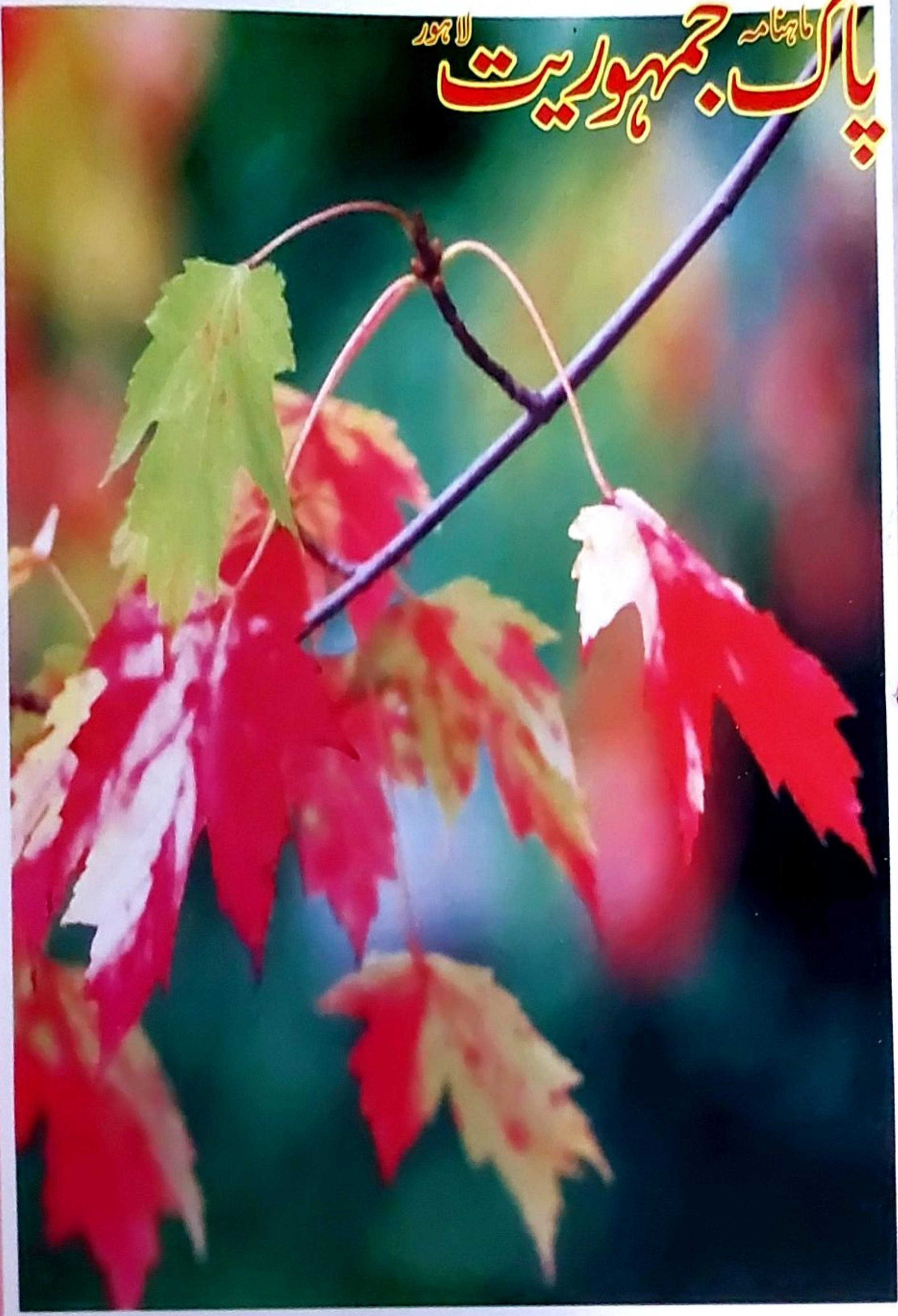

incomplete. P
Pages missing from 14 to 29.

وزیراعظم جناب شوکت عزیز سعودی عرب کے دورے کے دوران شاہ فہد سے ملاقات کررہے ہیں

وزیراعظم جناب شوکت عزیز قائداعظم کے مزار پر فاتحہ خوانی کررہے ہیں

وزیراعظم جناب شوکت عزیز علامہ اقبال کے مزار پر فاتحہ خوانی کررہے ہیں

ماہنامہ
پاک جمہوریت
لاہور

ادارہ مطبوعات پاکستان

نگران اعلیٰ میاں شفیع الدین

نگران پیرزادہ حبیب الرحمٰن زکوڑی

مدیر اعلیٰ پروین ملک

انتظام: ارم ظفر

ریجنل پبلی کیشنز آفس

ڈائریکٹوریٹ آف فلمز اینڈ پبلیکیشنز

32-A حبیب اللہ روڈ

لاہور

فون 042-6305316 , 042-6305906

ستمبر/اکتوبر 2004

قیمت عام شمارہ 10 روپے

زرسالانہ 100 روپے

حکومت پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

جلد 45 شمارہ نمبر 9/10 رجسٹرڈ نمبر LRL 82

تزئین: محمد یونس کمپوزنگ: محمد یونس، محمد ناصر، نصرت جہاں

ادارہ مطبوعات پاکستان نے فریدیہ آرٹ پریس، نزد ... سردار چیل لاہور سے چھپوا کر 32-A حبیب اللہ روڈ لاہور سے شائع کیا

فہرست

ستمبر/اکتوبر 2004ء

حمد	نورزمان ناوک	۳
نعت	آغا سہراب جنگ	۳
پیغمبرِ اسلام بحیثیت رحمتہ اللعالمین	قاری بشیر احمد	۴
ماہِ رمضان برکتوں کا مہینہ	شفیق عزیز	۸
فرمودات قائد	احمد سعید	۱۱
معرکۂ ستمبر	رانا ظفر اقبال	۱۵
6 ستمبر اور عصری تقاضے	راؤ اکمل پہلوی	۱۹
منظوم خراجِ تحسین	طاہر نظامی، سحر فارانی، بشیر رحمانی، ناصر زیدی	۲۲
ترقی استحکام اور خوشحالی کی جانب پیش قدمی	جمال حیدر صدیقی	۲۴
جدید کمپیوٹرائزڈ نظامِ پٹوار	اعزاز احمد آذر	۲۹
ایوانِ نمائندگان	ارشاد امین	۳۳
وادیٔ کاغان	مرزا عبداللہ بیگ ایڈووکیٹ	۴۲
کے ٹو کی کہانی	مختار آزاد	۵۲
دلچسپ حقائق	محمد سہیل قیصر ہاشمی	۵۵
ماہ اکتوبر......تاریخ وار	طاہر احمد سعید	۶۰
مصوری اور خطاطی میں نیا اضافہ......افتخار انجم	غضنفر عباس	۶۱
نظم	نجمہ یاسمین یوسف	۶۳
تتلی	تاج انصاری	۶۴
گڑیا کی شادی	تسنیم کوثر	۶۴

سرورق: مرغوب یونس

نورزمان ناوک

حمد

مستور بھی تُو، مشہور بھی تُو
نابود میں تھا موجود بھی تُو
تُو خالق مَیں مخلوق تری
میرا رازق اور معبود بھی تُو
تیری وسعت بحروں دریاؤں
اک ذرّے میں موجود بھی تُو
میں تو ہوں غبارِ راہ گزر
میرا ہست بھی تُو ہے بود بھی تُو
تتلی میں سارے رنگ ترے
کلیوں کا نقش نمود بھی تُو
کوئی تیری حد بھی چُھو نہ سکے
اک نقطے میں موجود بھی تُو
ہے ماں کی گود میں لمس تیرا
ہر لوری میں موجود بھی تُو
ہو نغمۂ ہَوا اور نیم شبی
ایسے میں چنگ و عود بھی تُو
میرے دل میں جلتے دیپک کا
سب باتی تیل اور دود بھی تُو
اس خیمۂ ہستی میں یارب
سانسوں کا ایک عمود بھی تُو
ناوکؔ کو ثنا خوانی کے لئے
کر سکتا ہے معدود بھی تُو

آغا سہراب جنگ

نعت شریف

نعتِ حبیب ربِ دو عالم بیاں کروں
قربان ان کے نام پہ یہ دل و جاں کروں
نام ان کا کیا حسین، سکوں بخش، دل پذیر
روشن میں اِس سے کیوں نہ یہ دل کا جہاں کروں
دامانِ مصطفیٰؐ سے تو نسبت ازل سے ہے
غمہائے روز و شب سے پھر کیونکر فغاں کروں
واقف ہیں میرے حال سے سرکارِ دو جہاںؐ
پھر داغِ دل کو اپنے مَیں کیسے بیاں کروں
اپنے تو اپنے غیروں کے غم کھائے آپؐ نے
ہے کون ایسا دوسرا جس پہ نشاں کروں
سہرابؔ اس گھڑی ہی تُو رحمت سمیٹ لے
میں جھوم کے جب ذکرِ رسالتِ جہاں کروں

پیغمبرِ اسلام بحیثیت رحمۃ اللعالمین

قاری بشیر احمد

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کے نزدیک یہ امر قطعی ہے کہ اس آیہ کریمہ میں کاف کے خطاب سے مراد حضور سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ ہے اور یہ امر بھی واضح ہے کہ رحمۃ اللعالمین ہونا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصفِ خاص ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی رحمۃ اللعالمین نہیں ہو سکتا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیہ کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں وارد ہے اور قاعدہ ہے کہ مقامِ مدح میں جو وصف وارد ہو گا وہ ممدوح کے ساتھ خاص ہو گا۔ کیونکہ تخصیص کے بغیر مدح ممکن نہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ رحمۃ اللعالمین ہونے کا وصف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہو۔ کسی مسلم ہستی کے کلام میں کسی دوسرے کے لئے اگر مسامحہ کے طور پر یہ لفظ یا اس کا ہم معنی کلمہ وارد بھی ہو تو اس کو مبالغہ یا مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ حقیقت و واقعیت سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔

العالمین سے مراد صرف انسان یا جن و بشر و ملائکہ ہی نہیں بلکہ کُل ما سوی اللہ ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ اللعالمین ہونا جہت رسالت سے ہے اور رسالت کل مخلوق کے لئے عام ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اُرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَافَّۃً (رواہ مسلم)

ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جب رسالت کُل مخلوق کے لئے عام ہے تو رحمت بھی سارے جہانوں کے لئے عام اور اللہ کے سوا ہر ذرّے کو شامل قرار پائی ''وللہ الحمد''

اس کے بعد لفظ رحمت کی طرف آیئے۔ مفسرین نے اس کی دو توجیہیں کی ہیں اگر مستثنیٰ منہ اَعم علل ہو اَرسلنا فعل کا مفعول لہٗ قرار پائے گا اور تقدیر عبارت یہ ہو گی۔ **وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ لِحِلَّۃٍ مِنۡ لِعَلَلٍ اِلَّا لاجل الرحمۃ اللِعٰلَمِیۡن**

ترجمہ: ہم نے آپ کو کسی لیے نہیں بھیجا صرف عالمین کے واسطے ''رحمت'' کے لئے بھیجا ہے اور اگر اَعم احوال کو مستثنیٰ منہ، بنایا جائے تو رحمت ضمیر خطاب سے حال ہو گا اور لفظ رحمت مصدر مبنی للفاعل ہو کر بمعنی راحم قرار پائے گا اور تقدیر عبارت یوں ہو گی کہ **وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ فِی حالٍ مِنَ الۡاحوالِ اِلَّا حال کونک رَاحِماً لِلۡعٰلَمِین**

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحم کرنے والے ہیں۔

لفظ رحمت مفعول لہٗ ہو یا حال بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحم قرار

پاتے ہیں کیونکہ مفعول لہٗ سبب فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سبب فعل ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحم ہونا حال اور مفعول لہٗ دونوں کے مطابق ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کُل مخلوقات ایک ایک ذرّہ ایک ایک قطرہ غرض اللہ کے سوا ہر شے کے لئے رحم فرمانے والے ہیں۔

بیان سابق کی روشنی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالمین کے لئے راحم ہونا ثابت ہوگیا تو راحماً للعلمین ہونے کے لوازمات و مناسبات بھی ثابت ہو گئے، کیونکہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اذا ثبت الشیی ثبت لجمع لوازمه جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کرسکتا وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے، لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راحماً للعلمین نہیں ہو سکتے۔ جب آیت قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحماً للعلمین ہونا ثابت ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو، کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کرے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے ظالم کے ظلم سے اسے بچائے۔ اس خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے۔ عمرو اس کی درخواست سن لیتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے۔ اس لئے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو۔ اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمرو اس پر رحم کرسکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔ جب تک وہ اپنا حال نہ بتائے اور عمرو اس کے حالات سے پوری طرح باخبر نہ ہو اس وقت تک وہ اس پر قطعاً رحم نہیں کر سکتا۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحماً للعلمین ہیں تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کا ماسویٰ اللہ جمیع کائنات ومخلوقات کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو، اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحماً للعلمین نہیں ہو سکتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحماً للعلمین ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت واختیار نہ رکھتا ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص شب وروز ہمارے پاس مقیم ہے۔ وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کرتے کرتے وہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہوگیا ہے کہ اس کے لئے چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہوگیا ہے۔ اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں، آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے، تو ہم اسے یہی جواب

دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے پاس وہ قدرت و اختیار نہیں ہے کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں۔ اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لئے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرّہ کائنات تک رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا۔ کسی پر رحم کرنے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اور مرحوم راحم کے قریب ہو۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھئے کہ مثلاً آپ تین فرلانگ کے فاصلہ پر کھڑے ہیں، اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص دوست پر حملہ کر دیا ہے۔ وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا۔ آپ اس کی مدد کے لئے دوڑے اور خلوصِ قلب سے اس پر رحم کرنے کے لئے آگے بڑھے، مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں، آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشمِ خود ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں اور اس کے حال کے عالم بھی ہیں، رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے اندر پائی جاتی ہے، آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں، لیکن صرف اس وجہ سے کہ وہ مخلص دوست آپ سے دُور ہے اور آپ اس سے دُور ہیں۔ آپ اپنی حیات و قدرت کے باوجود بھی اس پر رحم نہیں کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رحم کرنے کے لئے مرحوم کے قریب راحم کا ہونا بھی ضروری ہے۔

جب آیۂ قرآنیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرّے کے لئے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت و نورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ ایک ذات تمام جہانوں کے قریب کیسے ہو سکتی ہے؟ ایک فرد کسی ایک کے قریب ہو گا تو اس کے علاوہ باقی سب سے دُور ہو گا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ فردِ واحد افرادِ کائنات میں سے ہر فرد کے قریب ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن دو کے درمیان نزدیکی متصور ہے اگر وہ دونوں کثیف ہوں تو واقعی ایسا ہی ہو گا کہ فردِ واحد مختلفہ فی الزماں والمکاں سے بیک وقت قریب نہیں ہو سکتا اور اگر دونوں لطیف ہوں یا دونوں میں سے کوئی ایک لطیف ہو تو جو لطیف ہو گا وہ بیک وقت تمام موجودات کائنات سے قریب ہو سکتا ہے جس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔ دیکھئے ایک ہی قرآن سارے جہان میں پایا جاتا ہے۔ مشرق و مغرب، جنوب و شمال، افریقہ و امریکہ، چین و جاپان میں ہر مسلمان حافظِ قرآن کے سینے میں ایک ہی قرآن ہے اور وہ ایک ہونے کے باوجود سب سے قریب ہے۔ عالمِ محسوسات میں شکل و صورت اور آواز ہی کو لیجئے کہ ایک شکل ایک صورت اور ایک ہی آواز بے شمار دیکھنے اور سننے والوں سے قریب ہے۔ ایک بولنے کی آواز تمام

سامعین کے کانوں میں پہنچتی ہے اور ایک ہی شکل وصورت سب دیکھنے والوں کی آنکھوں اور دماغوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگرچہ حافظان قرآن کثیف ہیں اس طرح سننے دیکھنے والے انسان بھی کثافت سے متصف ہیں۔لیکن قرآن شکل و صورت اور آواز یہ سب چیزیں لطیف ہیں، اس لئے سب کے قریب ہیں، کسی سے دُور نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت اتنی قوی اور ارفع و اعلیٰ ہے جس کی شان کو کائنات ومخلوقات کی کوئی لطیف سے لطیف چیز بھی نہیں پہنچ سکتی۔

اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا تمام افراد ممکنات سے قریب ہونا بالکل واضح اور روشن ہے۔ہم کثیف سہی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لطیف ہیں۔لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سب سے قریب ہونا کوئی امر دشوار نہیں۔آواز کی لطافت کا یہ حال ہے کہ جہاں تک ہوا جا سکتی ہے آواز بھی وہاں تک پہنچ سکتی ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آواز اور ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ ہوا اپنے مقامِ محدود سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور آواز ہوا سے آگے نہیں جا سکتی، لیکن جہاں آواز اور ہوا بھی نہ جا سکے، آواز اور ہوا تو کیا! یوں کہئے کہ جہاں جبریلِ امین علیہ السلام کا بھی گزر نہ ہو سکے، وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جاتے ہیں۔ بلکہ جہاں زمانہ اور مکان بھی نہ پایا جا سکے وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پائے جاتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو شب معراج کا حال سامنے رکھ لیجئے۔ جس سے آپ کو ہمارے بیان کی پوری تصدیق ہو جائے گی۔

حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے قریب اسی وقت ہو سکتے ہیں جب اعلیٰ درجے کے نورانی، روحانی اور لطیف ہوں۔ چونکہ رحمۃ للعٰلمین ہونے کی وجہ سے ان کا تمام جہانوں سے قریب ہونا ضروری ہے۔اس لئے ان کا روحانی، نورانی اور لطیف ہونا بھی ضروری ہوا۔ایک آیت سے پانچ مسئلے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت فرمانے والے ہیں۔لہٰذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات و کیفیات کے عالم بھی ہیں اور ساتھ ہی عالم کے ہر ذرّے تک اپنی رحمت اور نعمت پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور اختیار بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ تمام عالم کو محیط اور تمام کائنات کی ہر شے سے قریب بھی ہیں، نیز ایسے نورانی اور روحانی لطیف ہیں کہ جس کی بنا پر آپ کا کسی ایک چیز سے قریب ہونا دوسری چیز سے بعید ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ بیک وقت تمام افرادِ عالم سے یکساں قریب ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ٥

☆☆☆☆

ماہِ رمضان برکتوں کا مہینہ

شفیق عزیز

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

انسان کی ساری زندگی اطاعت و عبادت سے عبارت ہے اور اس بندگی میں تسلسل ہے انقطاع نہیں اسی تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے مختلف اوقات میں مختلف احکامات دیئے گئے ہیں تاکہ بندگی میں تسلسل قائم رہے، اور ان احکامات پر عمل کو آسان کرنے کے لئے اجتماعی بنایا گیا۔ دن میں پانچ مرتبہ نماز، ہفتہ وار جمعہ، عیدین کی نماز، حج بیت اللہ اور رمضان المبارک کے روزوں کو اجتماعی رکھا گیا۔ پوری دنیا میں رمضان کا مہینہ ایک ہی ہوتا ہے اسی طرح سے مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں ہر جگہ روزہ اور تراویح کی عبادت یکساں ادا کی جاتی ہے۔ چونکہ زندگی کا مقصد رب کی بندگی ہے اس لئے ہر معاملہ میں ہمیشہ اور ہر وقت رضا الٰہی اور خوشنودی رب پیش نظر رہے اور جس کام میں اس کا غضب اور ناراضگی ہو اس سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہو اس کو کیا جائے اور جس کام کو ناپسند کیا ہے اس سے اس طرح بچے جس طرح انسان آگ کے انگارے سے بچتا ہے۔ جب ہر معاملہ میں انسان کی ساری زندگی اس رنگ میں آ جائے اور یہ طرز عمل اس کی عادت ثانیہ بن جائے تو اب وہ بندگی کا حق ادا کرنے کے قابل بن گیا۔ تمام عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی سے مقصد یہ ہے کہ انسان کو اس قابل بنا دیا جائے کہ اس کی تمام تر زندگی اللہ کی عبادت بن جائے۔ یہ نہیں کہ ان احکامات کے ادا کرنے کے بعد وہ فارغ ہے جو چاہے کرتا رہے جب کہ ان عبادات کا مقصد بندوں کی مکمل طور پر تربیت ہے۔

روزے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایک طویل عرصہ تک احکام شرعی کی لگاتار اطاعت کراتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ بہت کم وقت کی عبادات ہیں۔ پھر وقفہ ہے لیکن رمضان کا روزہ ایک ماہ کی مسلسل عبادت ہے مقررہ وقت پر افطار، مقررہ وقت پر سحر، مقررہ وقت پر تراویح، پابندی سے روزہ رکھنے والا اور پابندی سے نماز پڑھنے والا بخوبی جانتا ہے کہ یہ ایک ماہ کی مسلسل مشق ہے روزے کی حیثیت پیش نظر رکھ کر سوچا جائے تو جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ کوئی چیز بھی نہیں کھا سکتا، کس طرح خوف خدا اس کے دل میں ہے کہ بڑی سے بڑی تکلیف اٹھاتا ہے مگر اس کے خوف سے کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے روزے کو توڑنے والا ہو۔ کس قدر مضبوط اعتقاد ہے، اس طرح ہر سال ایک ماہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایمان کی آزمائش میں ڈالتا ہے۔ اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اللہ سے ڈرنے

صدر مملکت کا دورہ امریکہ

صدر مشرف کی بھارتی وزیر اعظم سے ملاقات

ملکہ برطانیہ صدر مشرف و بیگم مشرف کا استقبال کرتے ہوئے

صدر مشرف پوپ جان پال سے ملاقات کر رہے ہیں

صدر مشرف سری لنکا کی صدر کے ساتھ

صدر مشرف نائجیریا کے صدر کے ساتھ

وزیر اطلاعات ونشریات شیخ رشید حضرت امام حسینؑ کانفرنس سے خطاب کرر ہے ہیں

وزیر مملکت اطلاعات ونشریات محترمہ انیسہ زیب طاہر خیلی پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کے افسروں سے خطاب رہی ہیں

پرنسپل انفارمیشن آفیسر اکرم شہیدی وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات کو بریفنگ دیتے ہوئے

لگتا ہے اور دوسرے گناہوں سے بھی پرہیز کرنے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب جان کر چوری چھپے بھی اس کے قانون کو توڑنے سے ڈرتا ہے اور ہر موقعہ پر اس کو قیامت اور اس کا حساب کتاب یاد آ جاتا ہے۔اس طرح سے اس کی ساری زندگی اطاعت وفرمانبرداری کا ایک مکمل نمونہ بن جاتی ہے۔تراویح، روزہ اور نماز، حج جیسی عبادات کے لئے ہر شخص کو الگ الگ تیار کرنا کسی طرح بھی موزوں نہیں تھا اور ہر شخص کا جدا جدا تیار ہونا بھی مشکل تھا۔اس لئے روزے کے عمل کو اجتماعی رکھ کر یہ مسئلہ آسان کر دیا کہ عمل کرنے والا بھی آسانی سے عمل کر سکے۔اس طرح ایک شخص کے روزے رکھنے سے جو روحانی اور اخلاقی فائدے ہو سکتے تھے وہ کروڑوں آدمیوں کے مل کر روزہ رکھنے سے لاکھوں گنا زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔اس طرح رمضان کا مہینہ پوری فضا کو نیکی اور پرہیزگاری سے بھر دیتا ہے۔ہر شخص نہ صرف گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اس میں اگر کوئی کمزوری ہو تو وہ اسے دور کر دیتا ہے اور اس کے دل میں بھلائی، نیکی اور ہمدردی کے کاموں کا شوق پیدا ہوتا ہے۔انسان کے اندر ایک قوت ہے جسے خواہشات نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان خواہشات میں سب سے بڑی اور مرکزی خواہش ایک شکم پروری اور دوسری جنسی ہے۔روزوں میں ان دونوں خواہشات پر مکمل طور پر پابندی ہے کیونکہ انہیں پورا کرنے سے نفس کو تقویت ملتی رہتی ہے اور وہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اور جس قدر نفس طاقتور ہوتا رہتا ہے انسان کی روح کو دبا تا رہتا ہے۔اس سے روحانیت دن بدن کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔روحانیت جس قدر کمزور ہو گی انسان خواہشات نفس میں گھر جائے گا اور رفتہ رفتہ گمراہی اور ضلالت میں پھنس کر صراط مستقیم سے دور ہوتا چلا جائے گا۔

جو شخص ایمان و احتساب سے رمضان کے روزے اور تراویح کی نماز ادا کرے گا تو اس کے سابقہ سارے گناہ صاف ہو جائیں گے۔رمضان میں فرائض کا درجہ ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے یعنی ایک فرض ادا کرنے پر ستر فرائض ادا کرنے کا اجر ملتا ہے اور نوافل کا درجہ عام دنوں کے فرائض کے برابر ہو جاتا ہے۔اور جو شخص کسی روزے دار کو افطار کرائے تو افطار کرانے والوں کو بھی روزہ دار کے برابر اجر وثواب ملے گا۔افطار کرانے والے کے لئے سابقہ گناہوں کی معافی، جہنم سے خلاصی اور حشر میں ایسا پانی ملے گا جس کے بعد پیاس کی تکلیف نہیں ہو گی۔رمضان میں نوافل کا درجہ بڑھا دیا گیا ہے اور فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔اس لئے نماز تراویح جو کہ سنت ہے اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرایا گیا۔ایک تو قرآن مجید مکمل طور پر سننے اور سنانے کے لئے بہت عمدہ موقع ہے اور دوسرے طویل نماز یعنی بیس رکعت ادا کرنے میں بہت سی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔اس طرح سے اتحاد و یگانگت کی بہترین فضا قائم ہو گی۔جس شخص کو سال بھر تلاوت کلام مجید نصیب نہیں ہوتی، تراویح کی برکت سے وہ شخص بھی پورا قرآن سن لیتا ہے۔اس طرح نوافل سے جو شخص محروم رہا اس کو بھی رمضان میں کثرت سے نوافل پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے۔اگر ہم رمضان میں نوافل کا اہتمام کریں تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ سال بھر کے فرائض کی کمی پوری ہو جائے گی۔

رمضان کے آخری عشرے میں ایک رات ایسی فضیلت والی ہے کہ ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔یہ تقریباً 83 سال 4 ماہ کی عبادت سے بڑھ کر ہے یعنی ایک طرف اگر 83 سال 4 ماہ عبادت کی جائے اور ایک طرف صرف اس رات میں

عبادت کی جائے تو اس ایک رات کی عبادت اس طویل عرصہ کی عبادت سے زیادہ وزنی اور قیمتی ہے۔اس رات میں جبرائیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ کا زمین پر نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی رحمت نازل فرماتے ہیں اور کثرت سے بندوں کی معافی فرماتے ہیں۔اس رات کو جس نے بھی عبادت کی گویا اس نے سارے گناہ معاف کرالئے اور جو شخص اس رات سے محروم رہا تو وہ گویا ساری ہی خیر سے محروم رہا۔

رمضان المبارک کی عبادات میں سے ایک اعتکاف ہے جو اپنے فضائل میں منفرد ہے۔ مسنون اعتکاف رمضان کے آخری عشرے کا ہے۔ اللہ کی رضا کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتے ہیں جس کی مسافت آسمان و زمین کی مسافت سے بھی زیادہ ہے۔تو دس دن کے اعتکاف پر معتکف جہنم سے کس قدر دور ہوگا۔معتکف کے لئے دو حج اور دو عمروں کا ثواب بھی ہے۔رمضان رحمتوں، برکتوں اور مغفرت کا مہینہ ہے۔اس میں بندوں کی بخشش ہو جاتی ہے سوائے چار آدمیوں کے، ایک وہ جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ جو والدین کی نافرمانی کرتا ہو، تیسرا وہ جو قطع رحمی کرنے والا ہو اور چوتھا وہ جو کینہ رکھنے والا ہو۔دعا ہے کہ ہمیں وہ تمام اعمال جو باعث اجر و ثواب باعث مغفرت و بخشش ہیں کرنے نصیب ہوں اور وہ تمام اعمال جو باعث محرومی اور موجب سزا و عذاب ہوں ان سے اجتناب کی توفیق نصیب ہو۔آمین!

☆☆☆☆

مسلم قومیت کی بنیاد

مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد صرف کلمۂ توحید ہے نہ وطن نہ نسل۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا تھا۔وہ ایک الگ قوم کا فرد بن گیا تھا۔آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبۂ محرکہ کیا تھا؟اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری تھی نہ انگریزوں کی چال۔یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

فرمودات قائد

احمد سعید

مسلم قوم کا تشخص پہلے!

شملہ 20 ستمبر: مسٹر محمد علی جناح نے شملہ کے مسلمانوں کے ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"جس حد تک ہندوستان کی مکمل آزادی کا سوال ہے، مسلم لیگ اور کانگریس کے اصول میں کوئی فرق نہیں۔ ہندوستان میں کوئی ایسا خوددار آدمی نہیں جو ہندوستان کو غلامی سے نجات نہ دلانا چاہتا ہو، یا ہندوستان کی مکمل آزادی اس کے اصول میں شامل نہ ہو، یا وہ اپنے ملک کی حکومت کو ملکی باشندوں کے ہاتھ میں دینے کا حامی نہ ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مکمل آزادی کے مقصد کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ میں دیانت داری سے عرض کر رہا ہوں کہ ہندوستان کی موجودہ حالت سے مجھے جس قدر نفرت ہے کسی کو بھی نہیں ہو گی، مگر اس اثناء میں، میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حقائق کو ہر حالت میں مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ جس وقت تک لوگوں کو خیال رہے گا کہ "پہلے حاصل کرو پھر تقسیم کی فکر کی جائے گی" اس وقت تک ملک کی حالت کا کوئی مستقل حل دستیاب نہیں ہو سکتا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ذہنیت میں تبدیلی کی جائے تاکہ ہندوستان کے لوگ اپنے آپ کو مشترک شہری تصور کرنے لگیں اور بےگانگی کا کسی کو اشتباہ نہ رہے۔

پاکستان میں اقلیتوں کو پورا تحفظ دیا جائے گا

6 مارچ کو قائداعظمؒ گوہاٹی تشریف لائے اور آسام کے سابق وزیراعظم سر سعد اللہ، مسٹر اصفہانی، مسٹر عبدالمتین چوہدری اور مولوی عبدالحمید خان صدر پراونشل مسلم لیگ استقبال کے لئے موجود تھے۔ شام کے وقت پولو گراؤنڈ میں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ قائداعظمؒ نے تقریر کرتے ہوئے مسلم لیگ کے اس مطالبہ کا اعادہ کیا کہ مشرقی پاکستان میں آسام کی شمولیت ضروری ہے۔

آپ نے بتلایا کہ مسلمان اپنی علیحدہ ریاست اس لئے چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان میں طاقت صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو گی۔ مسلم لیگ انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کر کے ہندو کی غلام بننے پر تیار نہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم پُرامن طور پر جُدا ہوں۔ باہمی دوستانہ تعلقات قائم رکھیں اور اس طرح برِاعظم ہند کو طاقتور بنائیں۔

پاکستان میں غیر مسلموں کے مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسی مسلم اقلیتیں ہندو اکثریت کے صوبہ جات میں بھی ہوں گی۔

اس طرح وہ دو آزاد ریاستوں کی طرح معاہدات کریں گی۔ قائداعظمؒ نے فرمایا کہ میرا ایمان ہے کہ ایسی حکومت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جو اقلیتوں سے ناانصافی کرے اور انہیں خوفزدہ کرے۔ آپ نے بتلایا کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا پوری طرح تحفظ ہو گا اور انہیں تمام جائز مراعات حاصل ہوں گی۔ اس کے متعلق کسی قسم کے خوف یا

بدگمانی کی ضرورت نہیں۔ وہ پاکستان کے ایسے ہی آزاد شہری ہوں گے جیسے کسی اور مہذب ملک کے ہو سکتے ہیں۔ پاکستان سے ہندو مسلم پاکستانیوں دونوں کو یکساں فوائد حاصل ہوں گے۔ اس لئے ہندوؤں کو چاہئے کہ ہمارا راستہ نہ روکیں۔ ورنہ ہمارا ملک برطانیہ کی غلامی سے کبھی آزادی حاصل نہ کر سکے گا۔ آپ نے ہندو حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ ہماری اعانت نہیں کریں گے تو ہم تنہا جدوجہد کریں گے اور ہندوستان کو آزاد کرا کے دم لیں گے۔

خواتین سے خطاب

قائداعظمؒ نے خواتین کے ایک جلسہ میں خطاب کیا اور مسلم خواتین کو تلقین کی کہ وہ پاکستان کی جنگ میں اپنے حصہ کے فرائض ادا کریں اور زیادہ سے زیادہ قربانیاں دیں۔

مقدس بانیان مذاہب کے ناموس کا تحفظ

مسٹر جناحؒ نے مولانا محمد علی جوہر کے ایک تار کا جواب ارسال کرتے ہوئے لکھا۔ 13 اگست کی رات کو آپ کا تار موصول ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں 15/اگست کے مجوزہ جلسے میں شریک نہیں ہو سکتا۔ البتہ میں ہر اس تدبیر کی تائید کرنے کے لئے تیار ہوں جس کا مقصد مقدس بانیانِ مذاہب کے ناموس اور وقار کا تحفظ ہو۔ میں مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ آئینی ذرائع اختیار کریں۔ ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب اور ان کی حکومت نے قابلِ تعریف و تحسین کام کیا ہے۔ عامتہ الناس کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص چاہئے کہ ہز ایکسیلنسی اور ان کی حکومت نے مسلمانوں کے حالات پر قابو پانے کے لئے جو مدبرانہ قدم اٹھایا ہے اس پر اظہار پسندیدگی کریں۔ مقدمہ ورتمان کے فیصلے سے شورش کا سلسلہ بند ہو جانا چاہئے۔ جسٹس دلیپ سنگھ کی نیت پر جو حملے کئے گئے، میں انہیں ناپسند کرتا ہوں۔''

قانون کے طلبہ سے خطاب

17/جنوری 1945ء کو قائداعظم محمد علی جناحؒ نے سر للو بھائی لاء کالج یونین میں تقریر کرتے ہوئے طلبہ کو نصیحت کی کہ ان کو شعبہء قانون کی حسبِ منزلت، عزت، دیانت داری، اخلاق اور دیرینہ روایات کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ ایک باعزت پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انسان کا مقصد صرف دولت کمانا ہی نہیں ہے بلکہ اس کو ہمیشہ اپنے اصولوں اور روایات کی حفاظت کرنی چاہئے۔ قانون کے پیشہ میں کامیابی صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو وضع دار، محنتی اور مستقل مزاج ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ جن کا فطری میلان اس پیشہ کی جانب ہو۔ آپ نے اپنی ابتدائی وکالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔'' وکیل کی حیثیت سے نامزد ہونے کے بعد تین سال تک مجھے کسی مقدمہ میں بالخصوص کسی وکیل کے ساتھ کام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے میں قانون کے طلبہ کو ابھی سے اس قسم کی مایوسیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے متنبہ کرتا ہوں کہ بجائے اپنا وقت ضائع کرنے کے دوسرے بڑے وکیلوں کے مقدمات کی پیروی نہ بھول جائیے۔ جب میں نے بمبئی میں وکالت شروع کی تو اس وقت بمبئی بار میں انگریزوں کی کثرت تھی اور بالخصوص سالیسٹر کے رواج کی وجہ سے انہوں نے ایک مضبوط قلعہ بنا لیا تھا، اس لئے کسی ہندوستانی کا اس قلعہ کو توڑنا ممکن نہیں رہا تھا، لیکن آج صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ ایک مرتبہ جب نئے وکیل عوام کو اپنی ذہانت سے متاثر کر لیتے ہیں تو پھر ان کی ترقی جلد شروع ہو جاتی ہے، لیکن اگر پہلے سے قانونی جماعت والا طریقہ رائج رہتا تو پھر نئے وکیل کو کام

اتفاقیہ ہی مل سکتا تھا۔ بہر حال استقلال اور محنت کا ثمر ہمیشہ ملتا ہے۔ آپ نے طلبہ کو قانون کے پیشے کی اخلاقیات پر پابند رہنے کی نصیحت کی اور فرمایا کہ وکالت بہت معزز پیشہ ہے اور کسی بقال کی دکان نہیں ہے۔ اس پیشہ کی بناء پر پہلے آپ پر اپنے حقوق، عوام کے حقوق اور موکل کے حقوق، جو آپ کو فیس دیتا ہے، عائد ہوتے ہیں، جو آپ کو ادا کرنے چاہئیں۔ آپ کا مقصد صرف روپیہ وصول کر کے لین دین کرنا نہیں ہے۔

صنعت وتجارت

18 / جنوری کو احمد آباد میں مسلم ایوانِ تجارت کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ''تجارت وصنعت کو قوم کی زندگی میں بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ میں مسلم تاجروں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس تنظیم میں شریک ہو کر قوم کی صنعت وتجارت اور خوش حالی میں اضافہ کریں۔ کثرت سے بینک کھولے جائیں، صنعتی فیکٹریاں قائم کی جائیں تاکہ قوم کی اقتصادی حالت رُوبہ اصلاح ہو۔''

پاکستان میں غرباء کے لیے معیار معیشت بلند ہوگا

مسلم لیگ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کہا کہ ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا دل ہمیشہ غرباء کے ساتھ ہے اور ان کے لئے ہے۔ میں آپ کی خدمت کر رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جُوں جُوں وقت گزرتا جائے گا غرباء محسوس کرتے جائیں گے کہ میں ان کا خادم ہوں۔ اگر میں کامیاب ہوگیا تو اس امر سے کمال مسرت ہوگی اور یہ میرے لئے ایک انعام ہوگا کہ غرباء کا معیار معیشت بلند ہو۔ ہم پاکستان کا مطالبہ کر رہے ہیں، ہم اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ اگر اس حکومت میں انسانوں کے لئے مساوات نہیں تو کس کام کی؟ اگر وہ حکومت غرباء کو ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے سے قاصر ہے تو اس کے قیام اور وجود سے کیا حاصل؟ ہماری جدوجہد کی غایت یہی ہے کہ ہم غرباء کے سودو بہبود کے لئے ہر امکانی جدوجہد کرسکیں۔''

خودداری، خودشناسی اور خوداعتمادی کا احساس پیدا کریں

پشاور 29 / جولائی۔ اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ کے نام قائداعظمؒ نے مندرجہ ذیل پیغام بھیجا۔ ''مفید شہری بننے کے لئے آپ لوگوں کو اپنی عزت وحرمت کا احساس ضروری ہے، نیز یہ کہ جہاں تک ہو سکے آپ اپنے بھائیوں کی بے لَوث خدمت کریں اور ان میں خودداری، خودشناسی اور خوداعتمادی کا احساس پیدا کریں۔ بدقسمتی سے آپ کے صوبے میں ابھی تک ان ہی لوگوں کو اثر ورسوخ حاصل ہے جنہوں نے آج تک آپ کی ترقی میں رکاوٹیں پیدا کی ہیں۔ اسلام ہر مسلمان کو ادائیگی فرض کی تعلیم دیتا ہے، آپ کو چاہیے کہ اپنے صوبے میں دوسروں کے لئے مثال قائم کریں اور متحدو متفق ہو کر ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں۔''

تعمیری کام کرنے اور اتحاد بین المسلمین پر زور

بمبئی 18 / اکتوبر: صوبہ بمبئی مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا ''مسلم لیگ تخریبی کاموں کے لئے عالمِ وجود میں نہیں لائی گئی بلکہ اس کا مقصد کام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تین سال میں اتنی زبردست مقبولیت حاصل کر لی ہے کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمانانِ ہند کی نمائندہ جماعت بن گئی۔ ہمیں دوسروں پر اعتراض کرنے کی بجائے ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور ایک دوسرے پر نکتہ چینی یا اعتراض کرنے کی بجائے تعمیری اور ٹھوس کام کرنے میں ایک

دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔ مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی حالت بہت ہی خستہ ہے' ہمیں ایسے پروگرام کو عملی جامہ پہنانا چاہئے جس سے قوم کی اصلاح و تعمیر ہو۔ مسلمانوں کی بیکاری دور کرنے کے ذرائع اختیار کرنا مسلم لیگ کے پروگرام کی پہلی شق ہونا چاہیے۔ مسلمانوں مین اب بھی نا اتفاقی پائی جاتی ہے۔ مسلم لیگیوں کا فرض ہے کہ قومی تنظیم اور اتحاد بین المسلمین کی عملی کوشش کریں۔ مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمان تاجروں کی حالت خراب ہوتی جاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہماری قوم تجارت اور ہر چیز کی تجارت کرے۔ صنعت و حرفت سیکھے' اور اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرے۔

تین سال سے میں صوبائی مسلم لیگ کا صدر اور مسٹر اصفہانی سیکریٹری رہے۔ اب میری خواہش یہ ہے کہ نئے ورکرز کو کام کا موقع دیا جائے۔ مجھے اور بھی بہتیرے کام کرنے ہوتے ہیں۔ ملک کا دورہ کرنے کی وجہ سے بار بار بمبئی سے باہر جانا بھی ہوتا ہے' اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ میری بجائے آپ لوگ مسٹر چندریگر کو صدر منتخب کریں جو یہاں مستقلاً قیام پذیر ہیں اور قومی کام کا کافی تجربہ رکھتے ہیں۔ اس طرح سیکریٹری کے عہدے کے لئے بھی کسی دوسرے شخص کو منتخب کیجئے جو اس ذمہ داری کا متحمل ہو۔"

ہماری جنگ وزارتوں کے لئے نہیں بلکہ پاکستان کے لئے ہے

کلکتہ 25/فروری۔ مسلمانانِ کلکتہ کو خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا۔ "ہم پاکستان کیوں چاہتے ہیں؟ ہم اس کے لئے اپنی جان دینے کو کیوں تیار ہیں؟ اس لئے کہ اگر آپ لوگ آزادی اور خوش حالی چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو برطانوی اور ہندو مظالم سے بچانا چاہتے ہیں تو سوائے اس کے کوئی دوسری راہ نہیں۔ اگر مسلمانوں کی تنظیم مکمل ہے تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو ہمارے حق پاکستان سے ہم کو محروم کر سکے۔ اس کا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ مسلمانوں کی آواز بلند ہو چکی ہے۔ ہم پاکستان حاصل کر لیں گے اور اس میں رہیں گے۔ پاکستان نہ ملے تو پھر مسلمانوں کی موت ہے۔ ہندوؤں کو آخر اتنی ہوس کیوں ہے؟ تین چوتھائی ہندوستان ان کے پاس رہے گا جہاں وہ آزادی کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس صرف ایک چوتھائی ہوگا۔ ہمیں اس میں آزادی کے ساتھ رہنے دیں' لیکن ہندو ہر چیز کو ہتھیانا چاہتے ہیں۔ آپ کے سامنے سب سے بڑا سوال صوبہ جاتی انتخاب کا ہے۔ یہ انتخاب وزارتیں حاصل کرنے کے لئے نہیں لڑے جا رہے ہیں کہ وزیر کون ہو۔ ہم تو پاکستان حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ 1935ء کا یہ آئین ختم ہو۔ اس وقت تمام دنیا کی نگاہیں مسلمانوں پر لگی ہوئی ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ ہم یہ جنگ پاکستان کے لئے لڑ رہے ہیں اور وہ دیکھنا چاہتی ہے کہ ہم کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں' لہٰذا آپ لوگ آپس میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنے سے گریز کیجئے کہ کس نشست کے لئے کون سا امیدوار منتخب ہوا ہے اور کون نہیں۔ صوبہ جاتی الیکشن بورڈ نے اپنے امیدوار نامزد کر دیئے ہیں اور مرکزی پارلیمنٹری بورڈ نے جو فیصلے صادر کئے ہیں وہ آخری ہیں۔ اس کی کوئی پروا نہیں کہ بالآخر کون شخص نامزد ہوا ہے' کیا اسمبلی ہی ایسی جگہ ہے جہاں کوئی اپنی قوم کی خدمت کر سکتا ہے۔ قوم کی خدمت کے لئے ہزاروں جگہیں اور ہزاروں طریقے ہیں۔ یہ نازک وقت ہے جس شخص کو مسلم لیگ نے نامزد کیا ہے وہ کوئی کیوں نہ ہو' آپ کا فرض ہے کہ دل کھول کر اس کی مدد کریں۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ لوگ اب معاملات کو سمجھنے لگے ہیں۔

جدید کمپیوٹرائزڈ نظامِ پٹوار......"دھرتی"

اعزاز احمد آذر

ہمارے ہاں نظامِ اراضیات میں سب سے اہم کردار "پٹواری" کا ہوتا ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ زمین کی خرید سے لے کر اس کے بندوبست، انتقال، اشتمال وغیرہ وغیرہ جملہ امور تک کا ہر راستہ ایک ایسے چوراہے سے گزرتا ہے جہاں "پٹواری" موجود ہے۔ پٹواری بظاہر سرکار کا ایک ادنیٰ سا ملازم ہے، جو دیانتدارانہ انداز میں زندگی گزارنا چاہے تو شاید اس کی تنخواہ اسے مہینے کی آٹھ یا دس تاریخ سے آگے نہ جانے دے۔ مگر اپنے اختیارات کو استعمال کرنے کے پُرمہارت انداز کے سبب پٹواری ایک قابلِ رشک حیثیت میں اپنے فرائضِ منصبی ادا کرتا اور زندگی گزارتا ہے۔ مروجہ نظام میں پٹواری کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک لفظ، ایک ہندسہ اور ایک شوشہ بھی کسی بڑے سے بڑے زمیندار کو پلک جھپکنے میں آسمان سے زمین پر دے مارنے یا کسی بہت معمولی کسان کو پل بھر میں جاگیردار بنا دینے کے لئے بہت کافی ہے۔ اپنے انہی اختیارات اور دائرۂ کار کی اہمیت کو سمجھتے، جانتے اور پہچانتے ہوئے عموماً پٹواری اپنے وجود کی اہمیت اور افادیت کا سکہ جمائے رکھنے اور متعلقہ لوگوں کے حوالے سے اپنے اختیارات کا سورج دہکائے رکھنے کے لئے خود کو "کمیاب" قسم کی شے ظاہر کرتے ہیں۔ پٹواری نہایت کامیابی سے یہ ثابت کئے رکھتا ہے کہ تحصیلدار، ڈپٹی کمشنر، کمشنر اور دیگر اہلکاروں اور افسروں کو سرکاری امور میں معاونت، ریکارڈ کی بہم ترسیل اور ضابطے کی کارروائی کی تکمیل کے لئے مختلف اداروں، محکموں، تھانے، کچہری، ذاتی فرائضِ منصبی کے ضمن میں زمینوں کی چھان پھٹک پیمائش اور دیگر معاملات سے عہدہ برآ ہونے میں وہ اس قدر مصروف رہتا ہے کہ اپنے اڈے (دفتر کہہ لیں) پر جسے عرفِ عام میں پٹوار خانہ کہا جاتا ہے، وہ دستیاب نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی افسرِ اعلیٰ واقعی افسرِ اعلیٰ بن جائے یا بااندازِ دگر کچھ "پسندیدہ" حالات پیدا کر دیئے جائیں تو پٹواری صاحب نہ صرف آپ کو ہمہ وقت موجود ملیں گے بلکہ جہاں آپ چاہئیں اپنے "سیکریٹریٹ" (بستہ) سمیت کشاں کشاں چلے آئیں گے۔ پٹواری کے آفس کی اپنی بے بدل اہمیتوں اور پٹواری کے کام کی "نزاکت" کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عبدالحمید عدم جیسے نابغۂ روزگار شاعر نے کہا تھا کہ:

ہے رُتبہ تو یقیناً سرو قد تحصیل داری کا
مگر مُشکل کُشا، دراصل پٹواری کو کہتے ہیں

اس نظام میں جس میں پٹواری ایک کلیدی اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے، شاید کچھ ایسی بھی خرابی نہیں تھی اور انگریز نے اس کے نفاذ میں بہت سے بلکہ ہمہ جہت پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھا تھا، مگر امتدادِ زمانہ کے ساتھ

ساتھ انسانی' اخلاقی اور سماجی قدروں کی ٹوٹ پھوٹ، اقتصادی ڈھانچے کے انہدام، عام آدمی کی روزمرہ زندگی کے مشکل سے مشکل تر ہوتے چلے جانے کے اسباب و علل اور سیاسی نظم و نسق کے پٹڑی سے اتر جانے کے باعث پٹواری اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں ''کارِ دیگر'' میں ملوث ہو کے رہ گیا ہے۔ چنانچہ اب صورت حال یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے' چاند کی کرن منجمد ہو سکتی ہے اور پانی میں دیپ جل سکتا ہے' مگر اراضیات کے نظام میں پٹواری اپنی ساری معلوم، نامعلوم' دانستہ و نادانستہ طور پر پیدا کردہ آلودگیوں سے پاک نہیں ہو سکتا۔

مروجہ اور معروضی صورت حال میں پٹواری سے محض ایک ''فرد'' (کاغذ کا وہ ٹکڑا جس پر اراضی سے متعلقہ بعض بنیادی اور ضروری کوائف درج ہوتے ہیں) حاصل کرنے کے لئے کئی کئی ہفتے ہی نہیں بلکہ کئی کئی ماہ لگ جاتے ہیں اور اس پر رشوت یا نذرانہ کا بوجھ اٹھانے کا صدمہ مستزاد ہے۔ ہمارے غریب دیہی عوام' جو بنیادی تعلیم سے محروم ہیں اور جن کی روزمرہ محنت ہی شام کو اُن کا چولہا جلنے کی ضمانت فراہم کرتی ہے' وہ اپنی کئی کئی دیہاڑیاں ضائع کر دیتے ہیں مگر پٹواری تک ان کی رسائی ممکن ہی نہیں ہوتی اور اگر کبھی ایسا ہو بھی جائے تو کاغذ کا وہ ٹکڑا جسے ''فرد'' کہا جاتا ہے' ہتھیلی میں گریس نہ لگنے کی وجہ سے قابو ہی نہیں آتا۔ لیکن اس کے برعکس وہ لوگ جو صاحبِ حیثیت ہیں' جو زورِ بازو رکھتے ہیں یا جن کے ہاتھ لمبے ہیں وہ اسی ''فرد'' کے بل بوتے پر زمین کے ایک ہی ٹکڑے کو دو دو تین تین جگہ فروخت کر کے لمبا مال کماتے ہیں اور شعبدہ بازی کی انتہا یہ ہے کہ اس ٹکڑا زمین کی ملکیت کا حق بھی انہی کے پاس رہتا ہے۔

یہ مرّوجہ نظامِ اراضیات کے حوالے سے محض ایک سرسری سا جائزہ ہے' جسے دیکھ کر مجموعی طور پر اس کے گھمبیر ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حالات و واقعات کی اسی گھمبیرتا کو محسوس کرتے ہوئے صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے پرانے نظامِ اراضیات کو جس میں پٹواری کلیدی حیثیت رکھتا ہے تبدیل کر دینے کا ارادہ کیا اور ایک ایسا کمپیوٹرائزڈ خود کار نظام رائج کرنے کی ہدایت کی جو غریب، اَن پڑھ، قانونی موشگافیوں اور شعبدہ بازیوں کے حوالے سے معصوم دیہی عوام کے لئے سہولیات فراہم کرنے کا سبب بنے۔ چنانچہ اس ضمن میں صدرِ مملکت کی نگاہِ انتخاب لاہور کے ڈسٹرکٹ ناظم میاں عامر محمود پر پڑی۔ یہاں ضمناً یہ عرض کرتا چلوں کہ میاں عامر محمود اپنی علمی تعلیمی تدریسی اور سماجی بیک گراؤنڈ کے حوالے سے ضلعی حکومتوں کے نو متعارف شدہ نظام میں اپنے سب سے فعال اور سب سے زیادہ موثر کردار کی حیثیت پہلے ہی مختلف حلقوں' طبقوں اور گوشوں سے تسلیم کروا چکے ہیں۔ انہیں صوبائی (پنجاب) اور وفاقی حکومتی سطح پر بھی اپنی کارکردگی کی بنیاد پر ایک پسندیدہ حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ صدر مملکت کے اس پُر شفقت انتخاب کو بھی انہوں نے ایک چیلنج سمجھ کر قبول کیا اور بہت مختصر عرصہ میں بعض ایسے بنیادی اور کلیدی امور و اقدامات اٹھائے کہ جن سے یہ نیا منصوبہ ایک واضح شکل و صورت کے ساتھ کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ اسے ابتدائی طور پر ''ای پٹواری'' ہی کے نام سے جانا جا سکتا ہے۔ تاہم مستقبل میں اس کے فرائض اور امورِ منصبی کے پیشِ نظر اسے کوئی عام فہم اور آسان سا نام دے دیا جائے گا۔ جیسا کہ بھارت میں اس نظام کو ''بھومی'' (The Land) کا نام دیا گیا ہے۔ ہم اسے ''دھرتی'' کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔

نئے کمپیوٹرائزڈ خود کار نظام میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے نظامِ اراضیات میں پٹواری کا کردار اگر مکمل طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا تو اس حد تک کم ضرور کر دیا جائے کہ سُرخ فیتہ، ناجائز مفاد پرستی، رشوت ، فراڈ اور ایسی ہی ان گنت دیگر خرابیوں اور قباحتوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ میاں عامر محمود ضلعی ناظم لاہور نے اپنی ژرف نگاہی، فہم و فراست اور مخلصانہ جذبۂ خدمت کو بروئے کار لا کر اس ضمن میں قدم آگے بڑھایا ہے۔ ایک تجربہ کار کمپنی کے ماہرین سے اس سلسلے میں سافٹ ویئر تیار کرنے کا معاہدہ کیا ہے جو ابتدائی طور پر لاہور میں اپنے تجرباتی عمل کا آغاز کرے گی۔

اس کمپنی کے ماہرین نے اپنی شبانہ روز محنت سے سافٹ ویئر کی تیاری کے ضمن میں ان سب عوامل اور امور کا نہایت باریک بینی سے مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے جو اس نئے نظام میں عوام کو ’’ون ونڈو آپریشن‘‘ کی سہولت فراہم کرے گا اور جس میں کسی شخص کے محض شناختی کارڈ نمبر فیڈ کرنے سے اس کی زمین جائیداد ، گھر، کاروبار، مال مویشی، بشمول افرادِ خانہ کی متعلقہ معلومات کا نقشہ پلک جھپکتے میں سامنے آجائے گا اور اراضیات سے متعلق اس شخص کو اگر کوئی دستاویز یا معلومات درکار ہوں گی تو لمحہ بھر میں اسے یہ سب کچھ مل جائے گا۔ اس جدید نظام میں کوئی اہل کار خواہ پٹواری ہو وہ کسی بھی ریکارڈ میں کوئی اندراجی رد و بدل، پچھلی تاریخوں میں کوئی اندراج یا کسی بھی قسم کا گھپلا نہیں کر سکے گا۔ ریکارڈ کی شفاف تیاری، اس کی دیکھ بھال اور متعلقہ شخص تک اس کی ترسیل زیادہ وقت صَرف کئے بغیر ممکن ہو سکے گی۔ اس جدید نظام نے غریب شہری (دیہاتی) کو چالاک، ہوشیار اور مفاد پرست پٹواری کے چنگل سے نکالنے کی راہ تراشی ہے اور ظاہر ہے کہ جب بھی کوئی نیا نظام، نیا فارمولا یا نئے اقدامات کئے جائیں، ان کے رستے میں بعض رکاوٹیں بھی آتی ہیں اور بعض سقم بھی سامنے آتے ہیں۔ مگر جُوں جُوں یہ نظام آگے بڑھے گا اپنی جڑیں مضبوط کرتا چلا جائے گا۔ اس کی افادیت لوگوں پر آشکار ہوتی جائے گی اور یہ از خود پرانے نظام کی جگہ لے لے گا۔

پنجاب اور پنجاب میں لاہور جیسے بڑے تہذیبی ثقافتی مرکز سے اس جدید نظام کا آغاز بجائے خود ایک قابلِ تحسین اور حوصلہ افزاء اقدام ہے۔ پاکستان کے دل پنجاب اور پنجاب کے دل لاہور میں جب یہ نظام متعارف ہو گا تو باقی صوبوں میں اس کا اجرا بہت آسان اور عمل تیز رفتار بھی ہو گا۔ پھر میاں عامر محمود ضلعی ناظم لاہور کے عزم و ارادے کی روشنی میں ملک کے چاروں صوبوں کے اس جدید اراضیاتی نظام کو کمپیوٹر کے ذریعے باہم دگر مربوط کر دیا جائے گا۔ چنانچہ کل کو محض ایک بٹن دبانے یا شناختی کارڈ کا نمبر فیڈ کرنے سے کسی بھی شخص کی ملک بھر میں پائی جانے والی جائیداد وغیرہ کے حوالے سے تمام تر معلومات فوری طور پر حاصل ہو جائیں گی، اور اگر کوئی معمولی سے معمولی حیثیت کا کسان بھی کسی اراضی کی خرید و فروخت میں دلچسپی رکھتا ہو گا تو اسے وہ ضروری ’’فرد‘‘ جو اس ضمن میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے، بغیر کسی حیل و حجت، رشوت، وقت کے ضیاع اور مارے مارے پھرنے کے آسانی سے حاصل ہو جائے گی۔

یہ امر قابلِ ذکر اور قابلِ تحسین ہے کہ ناظم ضلع لاہور میاں عامر محمود نے بھارت کے دو صوبوں میں پہلے ہی سے اس نئے نظام کے اجرا کو ایک مثال اور چیلنج کے طور پر سامنے رکھا کہ اگر بھارت صدیوں پرانے ’’پٹواری اور پٹوار خانے‘‘ کے نظام کو ایک جدید تر

متبادل نظام میں ڈھالنے کا کامیاب تجربہ کر سکتا ہے تو ہم اہلِ پاکستان قدرتی اور فطری صلاحیتوں میں کسی بھی طور پر ایسے کمتر نہیں ہیں کہ ایسا تجربہ پاکستان میں خصوصاً پنجاب اور لاہور میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ نئے زیرِ عمل نظام کے ہمہ جہت پہلوؤں کو ہمہ جہت حوالوں سے جانچنے اور پرکھنے کے لئے بھارت سے ماہرین کے ایک' دو رکنی وفد کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ جن سے اپنے رفقاء کار اور ماہرین نیز سافٹ ویئر تیار کرنے والی کمپنی کے ایک قابل ماہر مسٹر علی کی موجودگی میں ملاقات کی۔ ان سے ان کے منصوبے کے حوالے سے تفصیلات جاننے کی کوشش کی اور ایک باضابطہ اجلاس میں انہوں نے سلائیڈز کے ذریعے میاں عامر محمود کو بریفنگ بھی دی تا کہ پاکستان میں اس جدید نظام کو متعارف کرواتے ہوئے کوئی معمولی سے معمولی پہلو بھی نظروں سے اوجھل یا تشنۂ توجہ نہ رہ جائے۔

لاہور میں رائے ونڈ کے مقام پر تجرباتی طور پر اس کمپیوٹرائزڈ نظام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ جہاں متعلقہ شخص سے صرف شناختی کارڈ اور انگوٹھے کا نشان حاصل کر کے چند منٹ میں مطلوبہ ''فرد'' جاری کر دی جاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق اس نظام میں اندراجاتی حوالوں سے غلطی کا امکان صفر ہے۔ میاں عامر محمود نے اس جدید نظام کے تمام امکانی پہلوؤں کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے ایک خصوصی ورکشاپ کا اہتمام کیا' جس میں 34 اضلاع کے ڈسٹرکٹ ریونیو افسران نے شرکت کی۔

اس خود کار، جدید کمپیوٹرائزڈ نظام کے ابتدائی کاغذی خاکوں سے لے کر زمین پر اس کے مادی وجود کے قیام تک اور اس قیام سے اس نظام کے عملاً آغاز کار تک کے تمام امور میں نگرانی، قدم قدم پر رہنمائی اور نئی منزلوں کے راستوں کو تلاشنے اور تراشنے کے ہر ہر عمل میں اپنی زندگی کے بہترین تجربات اور فہم و ادراک کی روشنی سے ہر گوشے کو منور کرنے کے لئے صدر مملکت نے چیئرمین فیڈرل لینڈ کمیشن کو مامور کیا ہے۔ جنہوں نے لاہور میں میاں عامر محمود اور ان کے رفقاء اور ماہرین کے ہمراہ بریفنگ میں شرکت کی۔ انہوں نے اس بریفنگ کے دوران جو نکات اٹھائے وہ یقیناً میاں عامر محمود اور ان کی ٹیم کے لئے رہنما ثابت ہوں گے۔ میاں عامر محمود اس نئے نظام کو کم سے کم وقت میں اور جلد سے جلد بروئے عمل لانا چاہتے ہیں اور پنجاب کا غریب دیہاتی کسان اس سہانی صبح کے طلوع کا بے چینی سے منتظر ہے۔

ایوانِ نمائندگان

ارشاد امین

ملک محمد سیف اللہ ٹوانہ

این اے 70 خوشاب II

پاکستان مسلم لیگ (ق)

ملک محمد سیف اللہ ٹوانہ 19 ستمبر 1966ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیمی مراحل مکمل کرنے کے بعد انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور جیسی تاریخی درس گاہ سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ وہ زراعت پیشہ شخص ہیں۔ ان کا تعلق ضلع خوشاب کے ایک ممتاز ومعزز خاندان سے ہے۔ جس کے کئی افراد اہم عوامی و سیاسی عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ ان کے ایک بزرگ ملک فتح محمد ٹوانہ مرحوم ایم ایل اے منتخب ہوئے تھے۔ ان کے کزن ملک انور ٹوانہ بھی 1965ء میں کونشن مسلم لیگ کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی اور 1970ء میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔

ملک محمد سیف اللہ ٹوانہ کے بھائی ملک خدا بخش ٹوانہ ضلع کونسل سرگودھا اور بعد میں خوشاب کو ضلعی حیثیت ملنے کے بعد ضلع خوشاب کی ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات میں وہ پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور صوبائی کابینہ میں وزیر اوقاف مقرر کئے گئے۔ 1988ء میں انہوں نے آزاد امیدوار کی حیثیت سے قومی اسمبلی کی نشست جیتی۔ 1990ء میں وہ دوبارہ آئی جے آئی کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور کابینہ میں وزیر ایکسائز و ٹیکسیشن کے طور پر شامل ہوئے۔ ان کے ایک کزن ملک خدا بخش وڈل ٹوانہ بھی پنجاب اسمبلی کے رکن رہ چکے ہیں۔ ملک سیف اللہ ٹوانہ کے بھائی احسان اللہ ٹوانہ اس وقت خوشاب کے ضلعی ناظم ہیں۔

ملک سیف اللہ ٹوانہ اور ان کے خاندان کے دیگر افراد نے اپنے علاقے کی تعمیر و ترقی میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔ خوشاب کو علیحدہ ضلع کی حیثیت دلانے اور یہاں پر تعلیم، صحت، مواصلات، بجلی اور پانی جیسی بنیادی عوامی اہمیت کی سہولتوں کی فراہمی میں اس خاندان کی کاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے عوام سے اپنا دائمی رابطہ استوار رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان سے تعلق رکھنے والے سیاستدان پاکستان بننے سے پہلے سے لے کر اب تک مسلسل اپنے عوام کی نمائندگی کرتے چلے آ رہے ہیں۔

ملک محمد سیف اللہ ٹوانہ اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔ صحت، مواصلات اور قانون ان کی خصوصی دلچسپی کے شعبے ہیں۔ وہ امریکہ، برطانیہ اور مشرق وسطیٰ کی سیر و سیاحت

کر چکے ہیں۔وہ گھوڑ سواری، اتھلیٹکس اور مطالعے کے شوقین ہیں اور ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔وہ قومی اسمبلی کی مجالس قائمہ برائے خزانہ و محصولات، صحت اور پیداوار کے رکن ہیں۔وہ پاکستان مسلم لیگ (ق) میں شامل ہو چکے ہیں۔وہ پارلیمانی سیکرٹری برائے امور خارجہ کے عہدے پر فائز ہیں۔

قومی اسمبلی کا حلقہ این اے 70

خوشاب II میونسپل کمیٹی خوشاب، جوہر آباد ٹاؤن کمیٹی، ہڈالی ٹاؤن کمیٹی، خوشاب تحصیل کے کچھ قانون گو حلقہ جات اور پٹوار سرکلز اور نور پور تھل تحصیل پر مشتمل ہے۔یہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی کل تعداد دو لاکھ چھپن ہزار پانچ سو گیارہ ہے۔جن میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ایک خواتین اور ایک لاکھ سینتیس ہزار سات سو دس مرد ووٹرز ہیں۔2002ء کے عام انتخابات میں یہاں کُل ایک لاکھ چوالیس ہزار آٹھ سو چوراسی ووٹ ڈالے گئے۔پانچ اُمیدوار مقابلے میں تھے۔ملک محمد سیف اللہ ٹوانہ ساٹھ ہزار سات سو چون ووٹ لے کر سرفہرست رہے اور کامیاب قرار پائے، جبکہ ان کے مقابلے میں پاکستان مسلم لیگ (ق) کے ملک محمد بشیر اعوان باون ہزار نو سو تراسی ووٹ لے کر دوسرے اور مسلم لیگ (ن) کے ڈاکٹر غوث خان نیازی تیئس ہزار چوہتر ووٹ لے کر تیسرے نمبر پر رہے۔

☆☆☆☆

محمد فرحان لطیف

این اے 93 ٹوبہ ٹیک سنگھ II

پاکستان مسلم لیگ (ق)

محمد فرحان لطیف 28 نومبر 1976ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تولد ہوئے۔انہوں نے ابتدائی تعلیمی مراحل کی تکمیل کے بعد بی ایس سی (آنرز) کی ڈگری حاصل کی۔وہ پیشے کے لحاظ سے ایک کاروباری شخصیت ہیں۔ان کا تعلق ایک ممتاز و معزز خاندان سے ہے جو کاروبار اور صنعت سے وابستہ ہے اور اس خاندان کی سماجی و رفاہی خدمات کا سلسلہ بھی خاصا وسیع ہے۔یہ خاندان اپنے کاروبار اور صنعت کے ذریعے ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔یہ خاندان اپنی وضعداری، شرافت و نجابت اور دیگر قومی و ملّی خدمات کی وجہ سے علاقے میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور عوام میں بے حد مقبولیت و پذیرائی رکھتا ہے۔

محمد فرحان لطیف کاروباری سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ سماجی بھلائی کے کاموں، رفاہی اور اصلاحی منصوبوں اور علاقے کی تعمیر و ترقی میں بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔غریب و نادار افراد کی امداد و اعانت، علاقے میں تعلیم کے فروغ اور دیگر بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لئے ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔وہ ایسے افراد و اداروں کی معاونت بھی کرتے رہتے ہیں جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں سرگرم عمل ہیں اور سماجی و رفاہی کاموں میں مصروف ہیں۔ان کی کاوشوں سے تعلیم، صحت، مواصلات اور دیگر شعبوں میں قابلِ ذکر کام ہوا ہے۔وہ اپنے ذاتی وسائل سے کئی اہم منصوبوں میں ہاتھ بٹا چکے ہیں۔انہوں نے سیاست میں آنے کا فیصلہ بھی عوام کی خدمت کے دائرے کو زیادہ وسیع کرنے کے لئے کیا اور پاکستان مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔انہوں نے اپنے علاقے میں پارٹی کی تنظیم سازی اور عوام میں اسے مقبول بنانے کے لئے کافی محنت کی۔اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں انہیں قومی اسمبلی کی نشست کے لئے پاکستان مسلم لیگ (ق) نے اپنا امیدوار نامزد کیا اور وہ پہلی دفعہ اس معزز ایوان کے

رکن بننے میں کامیاب ہوئے‘بطور رکن قومی اسمبلی وہ خزانہ‘خارجہ امور اور سائنس و ٹیکنالوجی کو اپنی ترجیحات کے شعبوں میں شامل کرتے ہیں۔وہ قومی اسمبلی کی مجالسِ قائمہ برائے تجارت‘محنت و افرادی قوت اور سمندر پار پاکستانیوں کے رکن ہیں۔وہ ینگ پارلیمنٹیرینز فورم آف پاکستان کے ممبر بھی ہیں۔وہ جنوب مشرقی ایشیا اور یورپ کے کئی ممالک کے علاوہ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کی سیر و سیاحت کر چکے ہیں۔وہ شادی شدہ ہیں اور ایک بچی کے شفیق و مہربان باپ ہیں۔

قومی اسمبلی کا حلقہ این اے 93 ٹوبہ ٹیک سنگھ II میونسپل کمیٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ‘ تحصیل ٹوبہ کا قانون گو حلقہ رجانہ‘چوہالہ قانون گو حلقہ ماسوائے پٹوار سرکل جے بی 286‘جے بی 287‘ٹوبہ ٹیک سنگھ قانون گو حلقہ ماسوائے پٹوار سرکل جے بی 389‘جے بی 377 شینخا قانون گو حلقہ ماسوائے پٹوار سرکل جی بی 321‘جی بی 322‘جی بی 329‘330 اور کھل‘چوٹیانہ قانون گو حلقہ ماسوائے پٹوار سرکل جی بی 327 پر مشتمل ہے۔یہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی کل تعداد تین لاکھ نو ہزار تین سو ترانوے ہے۔جن میں ایک لاکھ سینتالیس ہزار پانچ سو چوہتر خواتین اور ایک لاکھ اکسٹھ ہزار آٹھ سو انیس مرد ووٹر ہیں۔اکتوبر کے انتخابات میں یہاں کل ایک لاکھ ستاون ہزار چار سو ووٹ ڈالے گئے‘ جن میں محمد فرحان لطیف اکاسی ہزار چھ سو سات ووٹ لے کر پہلے نمبر پر رہے اور کامیاب قرار پائے۔ان کے مقابلے میں پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین کے حفیظ اللہ اسحاق پچاس ہزار پانچ سو ستانوے ووٹ لے کر دوسرے اور ایم ایم اے کے امیدوار ڈاکٹر زاہد ستار تیئس ہزار تین سو پچپن ووٹ لے کر تیسرے نمبر پر آئے۔

☆☆☆☆

ڈاکٹر روزینہ طفیل

290 خواتین پنجاب

پاکستان مسلم لیگ (ق)

ڈاکٹر روزینہ طفیل 19 ستمبر 1968ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔انہوں نے معروف تعلیمی اداروں میں اپنے تعلیمی مدارج طے کرنے کے بعد 2003ء میں پنجاب یونیورسٹی جیسی عظیم اور تاریخی دانشگاہ سے مالیکیولر بیالوجی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔وہ پیشے کے لحاظ سے سائنسدان ہیں۔ان کا تعلق یہاں کے ایک ممتاز و محترم پڑھے لکھے خاندان سے ہے۔جس کے بیشتر افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور ڈاکٹر روزینہ طفیل نہایت متحرک اور فعال شخصیت ہیں۔وہ سماجی‘سیاسی‘ثقافتی اور علمی سطح پر مختلف تنظیموں کے ساتھ منسلک ہیں اور ان شعبوں میں ان کی بے مثال خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔وہ یونیورسل ایجوکیشن موومنٹ اور ویمن گلوبل ریلیف سوسائٹی کی ممبر رہی ہیں۔وہ گرین بائیوٹیکنالوجی مینجمنٹ سوسائٹی اور قومی کمیٹی برائے فروغ سائنس کی چیئر پرسن ہیں۔انہوں نے ملک میں سائنس کی ترقی و فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔وہ قومی اور بین الاقوامی سطح کی کانفرنسز‘سیمینارز اور ورکشاپس میں بھی پورے تواتر کے ساتھ شریک ہوتی رہتی ہیں۔وہ تعلیم کو عام کرنے خصوصاً فنی و سائنسی علوم کو پھیلانے کے لئے عملی جدوجہد میں شریک رہی ہیں۔اس کے علاوہ انہوں نے سماجی بہبود اور تحقیق کے میدان میں بھی خاصی سرگرمی دکھائی ہے۔وہ ایسے کئی اداروں اور تنظیموں کی سرپرست و معاون ہیں جو سماجی شعبے میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر روزینہ طفیل نے سیاست میں آنے کا فیصلہ بھی اس لئے کیا کہ وہ اپنی

علمی وتحقیقی اور سماجی سرگرمیوں کا سلسلہ قومی سطح پر بڑھا سکیں۔انہوں نے پاکستان مسلم لیگ (ق) سے سیاسی وابستگی اختیار کی۔ مختلف شعبوں میں ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں پارٹی نے قومی اسمبلی میں خواتین کی مخصوص نشستوں کے لئے اپنا امیدوار نامزد کیا اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔وہ پارلیمنٹ اور دیگر منتخب و نامزد اداروں میں خواتین کی نمائندگی کے حق میں ہیں۔ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور جدید علوم کے ماہرین کی منتخب اداروں میں موجودگی سے ملک میں تعلیمی،فنی اور علمی و سائنسی انقلاب آئے گا اور ملک ترقی کی منزلیں طے کر سکے گا۔ان کا خیال ہے کہ عصری علوم کے حصول کے بغیر ہم جدید دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے اور نہ ہی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔علم و سائنس مسلمانوں کی میراث ہیں اس لئے ہمیں ان کے حصول میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

ڈاکٹر روزینہ طفیل بطور رکن قومی اسمبلی تعلیم، سائنس و ٹیکنالوجی اور خواتین کی ترقی کو اپنی ترجیحات کے شعبوں میں شمار کرتی ہیں۔وہ قومی اسمبلی کی مجالسِ قائمہ برائے مواصلات،ماحولیات اور محنت وافرادی قوت اور سمندر پار پاکستانیوں کی رکن ہیں۔وہ وفاقی پارلیمانی سیکرٹری برائے شماریات کے عہدے پر کام کر رہی ہیں۔

وہ ایوان کی کارروائی میں سرگرمی سے حصہ لیتی ہیں جبکہ مجالسِ قائمہ کے اجلاسوں میں اہم تجاویز وآراء بھی پیش کر چکی ہیں۔وہ ینگ پارلیمنٹیرینز فورم آف پاکستان کی بھی رکن ہیں۔ان کے مشاغل میں تدریس، مطالعہ،تحقیق اور سماجی سرگرمیاں شامل ہیں۔وہ شادی شدہ ہیں اور دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی ماں ہیں۔

☆☆☆☆

خواجہ شیراز محمود

این اے 171 ڈیرہ غازی خان ا

پاکستان مسلم لیگ (ق)

خواجہ شیراز محمود 6 اگست 1974ء کو ملتان میں تولد ہوئے۔انہوں نے معروف تعلیمی اداروں میں اپنے ابتدائی تعلیمی مراحل مکمل کئے اور 1999ء میں یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور سے بی ایس سی (انجینئرنگ) کی ڈگری حاصل کی اور اپنے آبائی پیشہ زراعت سے وابستہ ہو گئے۔ان کا تعلق تونسہ شریف (ضلع ڈیرہ غازی خان) کے ممتاز و معروف روحانی وسیاسی خانوادہ سے ہے۔اس خاندان کے جد امجد حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوئیؒ ایک مشہور صوفی بزرگ ہو گزرے ہیں۔جنہوں نے علاقے میں اسلام کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔وہ پیر پٹھان کے نام سے معروف تھے۔ان کے اوصافِ حمیدہ کے باعث ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔اس خاندان کے ارادت مندوں کا حلقہ آج بھی بہت وسیع ہے اور حضرت پیر پٹھان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

خواجہ شیراز محمود کو سیاست بھی ورثے میں ملی ہے۔ان کے والد مرحوم خواجہ کمال الدین انور ملک کے ممتاز پارلیمنٹرین اور سیاست دان تھے۔وہ 1988ء میں آئی جے آئی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔انہوں نے 1990ء کا الیکشن پی ڈی اے کے ٹکٹ پر لڑا جبکہ وہ 1993ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔وہ سابق وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے معتمد ترین ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔وہ حج کے لیے سعودی عرب گئے ہوئے تھے کہ روڈ ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہو گئے۔

تھے۔ مرحوم نے اپنے علاقے کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا جبکہ وہ وضعداری اور روایتی شرافت و دیانت کا حسین ترین مرقع تھے۔

خواجہ شیراز محمود نے اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات سے قبل پاکستان مسلم لیگ (ق) میں شمولیت اختیار کرلی تھی اور اس کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ بطور رکن قومی اسمبلی وہ زراعت، تعلیم، صحت اور سائنس و ٹیکنالوجی کو اپنی ترجیحات میں شامل سمجھتے ہیں۔ وہ قومی اسمبلی کی مجالسِ قائمہ برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی و ٹیلی مواصلات، انسداد منشیات، ریلویز اور مذہبی امور و زکوٰۃ و عشر کے رکن ہیں۔ وہ اس وقت تک سعودی عرب کا دورہ کر چکے ہیں۔ وہ فارغ وقت میں گھڑ سواری اور مطالعہ کرنا پسند کرتے ہیں۔ وہ ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔

قومی اسمبلی کا حلقہ این اے 171 ڈیرہ غازی خان I تحصیل تونسہ، قانون گو حلقہ جات غیر مشمولہ علاقہ کھرار بزدار، فضلا کچ، جھگلا، باتھی، شمالی، ڈیرہ غازی خان تحصیل کے یارو قانون گو حلقہ کے پٹوار سرکل چبری بالا، کھلو، عمرانی، [illegible]، گھمرانی، یارو، چک جھنگل، شاہ صدر دین ایڈیشنل قانون گو حلقہ کے پٹوار سرکل چک نو آباد، قادر جروار، پتی شاہانی، بہادر گڑھ، کوٹ مبارک اور شادن لنڈ قانون گو حلقہ کے پٹوار سرکل پتی غازی، کوفلی اور پتی ٹلی پر مشتمل ہے۔

یہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی کل تعداد تین لاکھ چودہ ہزار نو سو انیس ہے جن میں ایک لاکھ پینتالیس ہزار دو سو پچاس خواتین اور ایک لاکھ انہتر ہزار چھ سو انہتر مرد ووٹرز ہیں۔ 2002ء کے انتخابات میں یہاں کل ایک لاکھ اکتالیس ہزار سات سو تریسٹھ ووٹ ڈالے گئے جبکہ سات امیدواروں کے درمیان مقابلہ تھا۔ خواجہ شیراز محمود بیاسی ہزار تین سو دس ووٹ لے کر پہلے نمبر پر رہے اور کامیاب قرار پائے۔ ان کے مقابلے میں سردار امجد فاروق کھوسہ انچاس ہزار تین سو دو ووٹ لے کر دوسرے اور خواجہ جمال الدین اصغر (پی پی پی) صرف چار ہزار تین سو باسٹھ ووٹ لے کر تیسرے نمبر پر رہے۔

☆☆☆☆

سید جاوید علی شاہ

این اے 216 خیر پور II

پاکستان مسلم لیگ (ف)

سید جاوید علی شاہ 8 مئی 1948ء کو خیر پور میں میرس (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیمی مدارج طے کرنے کے بعد سندھ یونیورسٹی خیر پور میرس سے 1970ء میں بی اے (آنرز) کی ڈگری حاصل کی جبکہ اسی یونیورسٹی سے 1971ء میں ماسٹرز کیا۔ وہ زراعت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ ان کا تعلق خیر پور کے ممتاز محترم سید خاندان سے ہے۔ جس کے کئی افراد اہم سیاسی، عوامی اور انتظامی عہدوں پر فائز رہنے کا اعزاز رکھتے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری و ساری ہے۔

سید جاوید علی شاہ کے ماموں سید قائم علی شاہ پاکستان پیپلز پارٹی کے اہم رہنما ہیں اور وہ سندھ کے وزیر اعلیٰ اور سینٹ کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔ ان کی ماموں زاد بہن نفیسہ شاہ اس وقت خیر پور کی ضلع ناظمہ ہیں۔ ان کے بھائی سید پرویز علی شاہ متعدد بار قومی و صوبائی اسمبلی کے رکن اور وزیر رہ چکے ہیں۔ یہ خاندان علاقے کی سیاست میں بہت بڑے مقام و مرتبہ کا حامل ہے اور اس کی عوامی مقبولیت و پذیرائی میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس خاندان نے علاقے کی ترقیاتی سرگرمیوں کو بڑھایا ہے اور ان کی کاوشوں سے ضلع میں کئی بڑے اور اہم ترقیاتی منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور

کئی منصوبوں پر کام جاری ہے۔اس خاندان نے علاقے میں تعلیمی اداروں کے قیام، ہسپتالوں اور سڑکوں کی تعمیر، بجلی کی فراہمی اور دیگر سہولتوں کی عوام کو بہم رسانی کے لئے ہمیشہ بڑھ چڑھ کر کوشش کی ہے۔

سید جاوید علی شاہ بھی اپنے دیگر اہلِ خاندان کی طرح علاقے کی سیاسی و سماجی زندگی میں سرگرم رہے ہیں اور عوام سے ان کا رابطہ بھی کبھی نہیں ٹوٹا۔انہوں نے خاندان کے دیگر لوگوں سے مختلف سیاسی جماعت یعنی پاکستان مسلم لیگ (ف) میں شمولیت اختیار کی اور اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں اسی جماعت کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کی نشست کے لئے الیکشن لڑکر کامیابی حاصل کی۔وہ قومی اسمبلی کی مجالسِ قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی اور منصوبہ بندی و ترقی کے رکن ہیں۔وہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور برطانیہ کے دورے کر چکے ہیں۔ان کے پسندیدہ مشاغل میں سیر و سیاحت اور سماجی کام شامل ہیں۔وہ شادی شدہ اور دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کے والد ہیں۔

قومی اسمبلی کا حلقہ این اے 216 خیر پور II رانی پور ٹاؤن، تعلقہ میر واہ، تعلقہ فیض گنج، تعلقہ نارا، صوبھوڈیرو تعلقہ کی سب ٹاؤن کمیٹی رانی پور کے تپیدار حلقوں رانی پور، گڈیجی اور رسول آباد پر مشتمل ہے۔ یہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی کل تعداد تین لاکھ ایک ہزار چار سو ہے، جن میں ایک لاکھ بیالیس ہزار ایک سو باسٹھ خواتین اور ایک لاکھ انسٹھ ہزار دو سو اڑتیس مرد ووٹرز ہیں۔

اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں یہاں کل ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو اناسی ووٹ ڈالے گئے جبکہ چھ امیدواروں کے درمیان مقابلہ تھا۔سید جاوید علی شاہ اٹھاون ہزار سات سو پینتیس ووٹ لے کر پہلے نمبر پر رہنے اور کامیاب قرار پائے۔

☆☆☆☆

سیدہ فرحانہ خالد بنوری

323 خواتین این ڈبلیو ایف پی II

متحدہ مجلس عمل پاکستان

سیدہ فرحانہ خالد بنوری 13 جون 1976ء کو پشاور (صوبہ سرحد) میں پیدا ہوئیں۔انہوں نے مختلف اہم تعلیمی اداروں میں اپنے تعلیمی مدارج طے کئے اور 2001ء میں پشاور یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹرز کیا۔ان کا تعلق پشاور کے ایک ممتاز علمی و دینی خاندان سے ہے جس کے کئی افراد زندگی کے مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دے چکے ہیں اور بعض اس وقت بھی اہم حیثیتوں میں سرگرم عمل ہیں۔

سیدہ فرحانہ خالد بنوری نے اپنی خاندانی روایات کے مطابق فلاح و بہبود کے کاموں اور دینی تعلیمات و اقدار۔کے فروغ و احیاء کو اپنا مقصدِ حیات بنایا۔وہ ایک معروف دینی گھرانے کے فرد کی حیثیت سے ملک کی اہم دینی سیاسی جماعت جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) سے وابستہ ہوئیں۔ یہ دینی سیاسی جماعت علمائے حق کے اس گروپ کی نمائندگی کرتی ہے جس نے نہ صرف یہ کہ برِصغیر کی جدوجہدِ آزادی میں شجاعت و بہادری کے نئے باب رقم کئے بلکہ اسلام کے فروغ کے لئے بھی شاندار خدمات انجام دے کر تاریخ میں نمایاں مقام حاصل کیا۔اس حق پرست علمائے دین کے قافلہ نے آزادی کے بعد بھی اپنا سفر اور مشن جاری رکھا اور ملک میں اسلامی و شرعی قوانین کے نفاذ، آمرانہ نظام کے خاتمے اور جمہوری اداروں کی بحالی کے لئے بے مثال جدوجہد کی اور سرخرو ٹھہرے۔

سیدہ فرحانہ خالد بنوری نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد خواتین کی ترقی و

بہتری اوران کواسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے کئی کام کئے۔وہ اسلامی تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے خواتین کے مسائل وحقوق کے حوالے سے سرگرم رہیں۔ وہ اسلام میں خواتین کو دیئے گئے حقوق کو کافی وشافی سمجھتی ہیں۔ان کے خیال میں ہمارے مذہب نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ خواتین کوان کے جائز حقوق کی ضمانت فراہم کی اور اس سے زیادہ حقوق آج تک دنیا کا کوئی اور نظام فراہم نہیں کر سکا۔ ان کا کہنا ہے کہ خواتین کے لئے تعلیم کا حصول لازمی امر ہے تا کہ ایک پڑھی لکھی اور تعلیم یافتہ عورت اپنی اولاد کی ایسی تربیت کر سکے جو مثالی اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے انتہائی ضروری ہے۔حقوق و فرائض میں توازن کا حسین امتزاج صرف حقیقی اسلامی نظام میں پوشیدہ ہے۔

سیدہ فرحانہ خالد بنوری کوان کی شاندار دینی وملی اور سیاسی خدمات کے اعتراف میں متحدہ مجلسِ عمل پاکستان نے صوبہ سرحد سے خواتین کے لئے مخصوص قومی اسمبلی کی نشستوں کے لئے اپنا امیدوار نامزد کیا۔وہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے اس پر شاندار کامیابی حاصل کرنے کا اعزاز لے چکی ہیں۔بطور رکن قومی اسمبلی وہ خزانے،امور خارجہ،صحت،ہاؤسنگ،مذہبی امور اور خواتین کی ترقی کے شعبوں کو اپنی ترجیحات میں شامل کرتی ہیں اوران شعبوں میں بہتری لانے کے لئے اپنی تجاویز وآراء ایوان میں پیش کرتی رہتی ہیں۔وہ قومی اسمبلی کی مجلس قائمہ برائے پارلیمانی امور کی رکن ہیں۔وہ ینگ پارلیمنٹیرینز فورم آف پاکستان کی رکن ہیں۔وہ مطالعے اور کھیلوں کی شائق ہیں۔وہ شادی شدہ ہیں اورایک بچی کی ماں ہیں۔

☆☆☆☆

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ

سینٹ آف پاکستان (صوبہ سندھ)

پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ 2 اپریل 1955ء کوکوٹ عبداللہ ضلع بدین (سندھ) میں پیدا ہوئے۔انہوں نے سندھ کے مختلف تعلیمی اداروں میں ابتدائی تعلیمی مراحل طے کرنے کے بعد لیاقت میڈیکل کالج سے 1980ء میں ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔ جبکہ 1989ء میں ایم ڈی کیا'وہ امریکن کالج آف فزیشنز کے رکن ہیں۔دورانِ تعلیم ہی وہ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے اور سندھ کی مختلف طلبہ تنظیموں میں کام کرتے رہے۔پیشے کے لحاظ سے وہ ایک میڈیکل پریکٹیشنر ہیں۔ان کا تعلق ضلع بدین کے ایک ممتاز ومعزز خاندان سے ہے جواپنی روائتی وضعداری،شرافت اور نجابت کی وجہ سے علاقے میں قابلِ احترام سمجھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ اپنے خاندان کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے سیاست جیسے کٹھن اور مشکل راستے کا انتخاب کیا اور پاکستان پیپلز پارٹی جیسی مقبول ترین عوامی سیاسی جماعت سے وابستگی اختیار کی۔وہ طویل عرصہ سے واشنگٹن (امریکہ) میں مقیم ہیں اور شمالی امریکہ کے ممتاز پاکستانی افراد میں شمار ہوتے ہیں۔انہوں نے جنرل ضیاءالحق کے مارشل لاء کے دور میں' جب پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد محترمہ بے نظیر بھٹو پاکستان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہی تھیں'امریکہ میں ''ریلیز بے نظیر بھٹو کمیٹی'' تشکیل دی اور ان کی رہائی کے لئے زبردست مہم چلائی۔انہوں نے امریکہ کے سیاسی و سفارتی حلقوں اور پاکستانی کمیونٹی میں محترمہ بے نظیر بھٹو کی حمایت میں ایک بڑے طبقے کو اپنا ہمنوا بنایا۔جس کے نتیجے میں بعد میں پاکستان کی آمرانہ فوجی حکومت انہیں رہا کر کے بیرونِ ملک علاج کے لئے بھجوانے

پر مجبور ہوئی۔

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ پاکستان پیپلز پارٹی نارتھ امریکہ کے کوآرڈی نیٹر اور صدر بھی رہے ہیں۔انہوں نے اپنے ملک میں جمہوری اداروں کے قیام و استحکام، آمرانہ فوجی حکومت کے خاتمے اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کے لئے بیرون ملک رائے عامہ کو بیدار کرنے کے لئے بے مثال محنت اور جدوجہد کی اور اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران ہوئے۔

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ کی طویل سیاسی و سماجی خدمات کا سلسلہ بیرونِ ملک سے پاکستان منتقل ہوا۔انہوں نے اپنے علاقے میں سماجی حوالے سے کافی خدمت کی ہے اور عوام کے مسائل کے حل کے لئے کاوشیں شروع کیں۔وہ ایک روشن خیال اور ترقی پسند پاکستان کے حامی اور پکے و سچے جمہوریت پسند ہیں جو عوام کی حاکیت کی بحالی پر یقین رکھتے ہیں اور ملک کے مسائل کا حل حقیقی جمہوریت کی بحالی میں سمجھتے ہیں۔اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات کے بعد جب مارچ 2003ء میں سینٹ کے انتخابات ہوئے تو انہیں پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین نے سندھ سے اپنے امیدواروں کی فہرست میں شامل کیا اور وہ ایوان بالا کے رکن منتخب ہوئے۔

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ سینٹ کی مجالسِ قائمہ برائے منصوبہ بندی و ترقی و بہبود آبادی اور صحت، سماجی بہبود و خصوصی تعلیم کے رکن ہیں۔وہ مختلف موضوعات پر پوری تیاری کے ساتھ ایوان میں آتے ہیں اور بحث میں بھرپور طریقے سے حصہ لیتے ہیں۔مختلف قومی و بین الاقوامی معاملات پر ان کی تجاویز و آراء انتہائی توجہ اور سنجیدگی سے سُنی جاتی ہیں۔وہ ایوانِ بالا کے سرگرم و فعال اراکین میں شامل ہیں۔

☆☆☆☆

پروفیسر محمد سعید صدیقی

سینٹ آف پاکستان (صوبہ سندھ)

متحدہ قومی موومنٹ

پروفیسر محمد سعید صدیقی 21 مئی 1946ء کو کراچی (سندھ) میں پیدا ہوئے۔انہوں نے معروف تعلیمی اداروں سے اپنے ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیمی مراحل طے کئے۔انہوں نے کراچی یونیورسٹی سے فزکس میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔وہ پیشے کے لحاظ سے ایک ماہرِ تعلیم ہیں، جنہوں نے پینتیس سال سے زائد عرصے تک تعلیم و تدریس کے شعبے میں اعلیٰ عہدوں پر خدمات انجام دی ہیں۔انہوں نے امریکہ سے تعلیم میں تخصیص (اسپیشلسٹ ان ایجوکیشن) اور ایم ایس (فزکس) کی ڈگریاں حاصل کیں اور گریجویٹ ڈینز ایوارڈ حاصل کیا۔یہ اعزاز انہیں پیٹسبرگ یونیورسٹی (امریکہ) میں حاصل ہوا۔

پروفیسر محمد سعید صدیقی کے آباؤ اجداد پاکستان بننے سے قبل ہی ملتان آگئے تھے۔ان کے والد نے پہلے انڈین ریلوے اور بعد میں پاکستان ریلوے میں خدمات سرانجام دیں۔یہ ممتاز و معزز خاندان بعد میں کراچی میں رہائش پذیر ہوگیا۔پروفیسر محمد سعید صدیقی نے اندرون و بیرون ملک ایک ممتاز اور تجربہ کار ماہرِ تعلیم کے طور پر مختلف اہم عہدوں پر خدمات انجام دیں۔انہوں نے اپنے مضمون کے پروفیسر کے طور پر جدید علوم کے متلاشیوں کو پڑھایا۔مختلف اہم کالجوں اور اداروں کے پرنسپل کے طور پر کام کیا۔محکمہ تعلیم میں کالجز کے ڈائریکٹر رہے، وہ سندھ بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن کے سیکرٹری کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیتے رہے۔انہوں نے مختلف اداروں میں ٹیچلینس، مانیٹرنگ اور پالیسی میکنگ کے

ایوانِ نمائندگان

ملک محمد سیف اللہ ٹوانہ

محمد فرحان لطیف

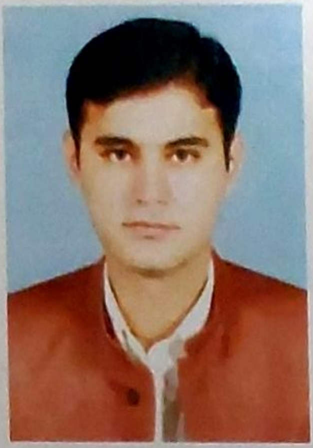

خواجہ شیراز محمود

سید جاوید علی شاہ

سید ظفر علی شاہ

ڈاکٹر عذرا افضل پیچوہو

ڈاکٹر روزینہ طفیل

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ

پروفیسر محمد سعید صدیقی

وادیٔ کاغان کے
حسین نظارے

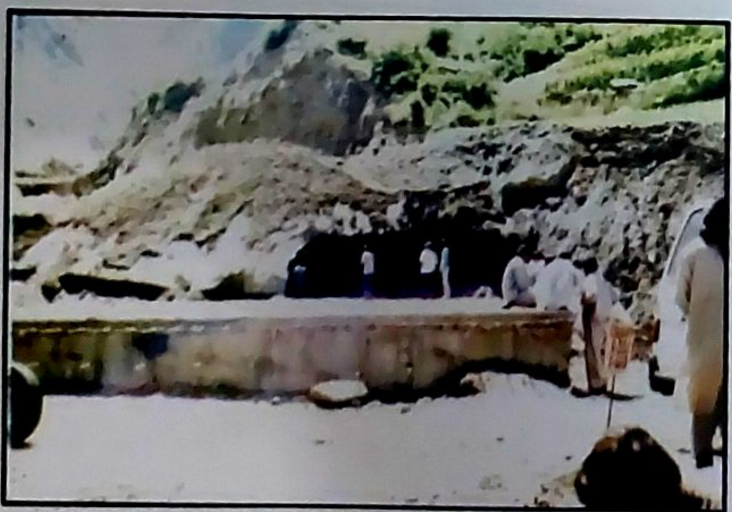

مرزا عبداللہ بیگ ایڈووکیٹ

شعبوں میں کام کیا۔اس طرح انہوں نے ملک میں اعلیٰ سائنسی وفنی تعلیم کے فروغ کے لئے بے مثال اور شاندار خدمات انجام دیں۔ جن کا ہر سطح پر اعتراف کیا گیا اور انہیں سراہا گیا۔

پروفیسر محمد سعید صدیقی سیاست کے میدان میں بھی اعلیٰ تعلیم کے فروغ کے مشن کے ساتھ داخل ہوئے۔وہ اپنی خدمات کا دائرہ کار وسیع کرنے کے نقطہ نظر سے متحدہ قومی موومنٹ جیسی منظم اور عوامی پارٹی میں شامل ہوئے۔جو سندھ کے شہری علاقوں کی نمائندہ سیاسی جماعت کے طور پر سامنے آئی تھی۔وہ ملک میں تعلیم کے فروغ، خصوصاً سائنس و ٹیکنالوجی، کے لئے اپنے تجربات کا فائدہ پوری قوم کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ان کے تجربے، مہارت اور جذبے کو دیکھتے ہوئے متحدہ قومی موومنٹ کی قیادت نے انہیں اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات کے بعد مارچ 2003ء میں ایوان بالا یعنی سینٹ کی سندھ کے لئے مخصوص نشستوں پر اپنا امیدوار نامزد کیا۔جس پر انہیں کامیابی ملی۔

پروفیسر محمد سعید صدیقی بطور سینٹر سائنس وفنی تعلیم کے اعلیٰ و معیاری تعلیمی اداروں کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہیں۔وہ سینٹ کی مجالسِ قائمہ برائے تعلیم و سائنسی و فنی ریسرچ، ثقافت، کھیل، ترقی نسواں و امور نوجوانان اور محنت و افرادی قوت و سمندر پار پاکستانیوں کے رکن ہیں۔وہ ایوان کی فنکشنل کمیٹی برائے قواعد وضوابط کار (رولز آف پروسیجر) و استحقاق کے بھی رکن ہیں۔وہ پوری تیاری کے ساتھ ایوان کی کارروائی میں حصہ لیتے ہیں۔وہ مختلف قومی و بین الاقوامی امور پر اپنی تجاویز و آراء خصوصاً تعلیمی شعبوں کی ترقی اور ان کے مسائل کے حوالے سے ایوان کو مسلسل آگاہ کرتے رہتے ہیں۔انہیں یقین ہے کہ تعلیمی و سائنسی میدان میں ترقی سے ہمارا ملک خوشحالی کی راہ پر گامزن ہوگا اور ہماری قوم ترقی یافتہ اقوام میں شامل ہوگی۔

☆☆☆☆

سید ظفر علی شاہ

این اے 21 نوشہرو فیروز II

پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین

سید ظفر علی شاہ 20 نومبر 1932ء کو پیدا ہوئے۔انہوں نے کراچی میں اپنے تعلیمی مراحل مکمل کئے اور ایل ایل بی اور ایم۔اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔دورانِ تعلیم وہ ایس ایم کالج کراچی کی طلبہ یونین کے جنرل سیکرٹری بھی منتخب ہوئے۔ان کا تعلق زراعت کے پیشے سے ہے۔ان کا خاندان سندھ کا معروف سیّد گھرانہ ہے۔ان کے والد مرحوم سید محمد علی شاہ سندھ کی ممتاز سیاسی شخصیت تھے۔وہ 1936ء میں اپنے علاقے سے ایم ایل اے منتخب ہوئے تھے اور انہیں 1945ء میں پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کا وزیر بنایا گیا۔وہ 1948ء میں اپنی جیپ میں کراچی جاتے ہوئے حادثے کا شکار ہو کر انتقال کر گئے تھے۔

سید ظفر علی شاہ نے اپنی عوامی زندگی کی ابتدا تو ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ کا رکن منتخب ہو کر کی۔وہ 1962ء میں ایم پی اے منتخب ہوئے وہ 1969ء میں دوبارہ سندھ اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔1962ء میں سندھ اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر بھی رہے۔1984ء میں سندھ کابینہ میں خوراک، جنگلات، لائیوسٹاک اور فشریز کے وزیر کی حیثیت سے شامل رہے۔1985ء میں پہلی بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور وفاقی وزیر برائے صنعت، خوراک و زراعت اور لائیوسٹاک کا منصب سنبھالا۔1988ء میں وہ وزیر مملکت برائے پانی و بجلی کی حیثیت سے وفاقی کابینہ میں شامل رہے۔1990ء میں

تیسری دفعہ اور 1993ء میں چوتھی مرتبہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تو انہیں قومی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر کے عہدے پر منتخب کیا گیا۔

سید ظفر علی شاہ نے پاکستان پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم سے ملک میں جمہوری اداروں کے قیام اور استحکام اور آمرانہ نظام کے خاتمے کے لئے جدوجہد میں عملی طور پر حصہ لیا۔وہ ایک اچھے اور منفرد مضمون نگار کی حیثیت سے مختلف سیاسی و سماجی مسائل پر مضامین بھی لکھتے رہے ہیں جو مؤقر قومی اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں وہ پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین کے امیدوار کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔وہ قومی اسمبلی کی مجلسِ قائمہ برائے پانی و بجلی کے رکن ہیں۔وہ سعودی عرب، سویڈن، امریکہ، جاپان، برطانیہ، جرمنی اور اٹلی کے دورے کر چکے ہیں۔وہ شادی شدہ ہیں۔

قومی اسمبلی کا حلقہ این اے 212 نوشہرو فیروز II بھریا تعلقہ ما سوائے تپیدار حلقہ جات بھریا روڈ سب ٹاؤن کمیٹی، گڑھ گجو (بھریا روڈ سب ٹاؤن کمیٹی) دالیپوتہ اور کنڈیارو تعلقہ پر مشتمل ہے۔یہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی کل تعداد تین لاکھ چوبیس ہزار سات سو چون ہے۔جن میں ایک لاکھ اٹھاون ہزار پچاس خواتین اور ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار سات سو چار مرد ووٹرز ہیں۔2002ء کے عام انتخابات میں یہاں کل ایک لاکھ بیالیس ہزار سات سو پچاسی ووٹ ڈالے گئے، جبکہ گیارہ امیدواروں میں مقابلہ تھا۔سید ظفر علی شاہ چھہتر ہزار چار سو ستر ووٹ لے کر سرفہرست رہے اور کامیاب قرار پائے۔ان کے مقابلے میں نیشنل الائنس کے امیدوار خالد اختر جتوئی ساٹھ ہزار ایک سو اکیس ووٹ لے کر دوسرے اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے امیدوار غلام شبیر لاکھو صرف بارہ سو بیس ووٹ لے کر تیسرے نمبر پر رہے۔

☆☆☆☆

ڈاکٹر عذرا فضل پیچوہو

این اے 213 نواب شاہ I

پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین

ڈاکٹر عذرا فضل پیچوہو

21 فروری 1953ء کو نواب شاہ (سندھ) میں پیدا ہوئیں۔انہوں نے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد 1979ء میں ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔انہوں نے 1982ء میں کراچی یونیورسٹی سے بچوں کی صحت میں ڈپلومہ لیا۔1983ء میں انہوں نے کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز کراچی سے ایم سی پی ایس مکمل کیا۔وہ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر اور ماہرِ تعلیم ہیں۔ان کا تعلق نواب شاہ کے ممتاز و معزز زرداری خاندان سے ہے۔وہ معروف سیاست دان حاکم علی زرداری کی چھوٹی صاحبزادی ہیں۔حاکم علی زرداری قومی اسمبلی کے کئی بار رکن منتخب ہوئے اور ایک سنیئر پارلیمنٹیرین رہے ہیں۔ان کے بھائی آصف علی زرداری بھی ملک کے نامور سیاست دان ہیں جو سینٹ اور قومی اسمبلی کے رکن رہے ہیں اور سابق وزیر اعظم اور بین الاقوامی شہرت کی حامل سیاست دان بے نظیر بھٹو کے شوہر ہیں۔ان کی بہن فریال تالپور نواب شاہ کی ضلع ناظم ہیں۔ڈاکٹر عذرا فضل کے شوہر ڈاکٹر فضل اللہ پیچوہو سابق اعلیٰ سرکاری عہدیدار اور معروف زمیندار ہیں۔ڈاکٹر عذرا اور ان کے خاندان نے اپنے علاقے کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور علاقے میں مواصلات کی بہتری، تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کے قیام اور

روزگار کی فراہمی پر توجہ دی ہے۔ان کی کاوشوں سے علاقے میں کئی اہم ترقیاتی منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچے ہیں۔اس خاندان نے ملک میں مثبت سیاسی سرگرمیوں کے فروغ، جمہوری اداروں کے قیام واستحکام اور شہری آزادیوں کے لئے طویل جدوجہد کی ہے اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں۔جن کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ ڈاکٹر عذرا کو پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین نے اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں قومی اسمبلی کی جنرل سیٹ کے لئے اپنا امیدوار نامزد کیا تو انہوں نے بھرپور عوامی تائید وحمایت کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ بطور رکن قومی اسمبلی وہ زراعت، مواصلات، تعلیم، صحت، سائنس وٹیکنالوجی اور خواتین کی ترقی کو اپنی ترجیحات میں شامل کرتی ہیں۔وہ قومی اسمبلی کی مجلسِ قائمہ برائے خواتین، سماجی بہبود اور خصوصی تعلیم کی رکن ہیں۔وہ برطانیہ، امریکہ، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، فرانس اور ہانگ کانگ کے دورے کر چکی ہیں۔وہ فارغ اوقات میں مطالعے کی شوقین ہیں۔وہ شادی شدہ اور ایک بیٹے کی ماں ہیں۔

قومی اسمبلی کا حلقہ این اے 213 نواب شاہ I تعلقہ نواب شاہ پر مشتمل ہے۔یہاں رجسٹرڈ ووٹرز کی کل تعداد تین لاکھ تیس ہزار چھ سو انتالیس ہے۔جن میں ایک لاکھ پچپن ہزار اکسٹھ خواتین اور ایک لاکھ پچھتر ہزار پانچ سو اٹھہتر مرد ووٹرز ہیں۔ اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں یہاں کُل ایک لاکھ اکتیس ہزار سات سو ترانوے ووٹ ڈالے گئے۔جبکہ بارہ امیدوار میدان میں تھے۔ڈاکٹر عذرا فضل پیچوہو چوہتر ہزار چھ سو ستتر ووٹ لے کر پہلے نمبر پر رہیں اور کامیاب قرار پائیں۔ان کے مقابلے میں پاکستان مسلم لیگ (ق) کے سید زاہد حسین شاہ اٹھائیس ہزار آٹھ سو چودہ ووٹ لے کر دوسرے اور متحدہ قومی موومنٹ کے غلام حیدر راہو بیس ہزار سات سو بانوے ووٹ لے کر تیسرے نمبر پر رہے۔

ارشادِ قائد

میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطہ حیات پر عمل کرنا ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون پیغمبرِ اسلامؐ نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے۔ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔اسلام کا سبق یہ ہے کہ ''مملکت کے امور ومسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث وتمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔''

(سبی دربارِ بلوچستان سے خطاب 14-فروری 1948ء)

وادیٔ کاغان

مرزا عبداللہ بیگ ایڈووکیٹ

پاکستان کی سیاحت کا مرکز وادیٔ کاغان سطح سمندر سے تقریباً 7500 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس وادی میں تقریباً 9 چھوٹی بڑی خوبصورت جھیلیں ہیں۔ اس لیے یہ وادی جھیلوں کی نیلگوں سرزمین کے نام سے مشہور ہے۔

وادیٔ کاغان کا پورا علاقہ تقریباً 800 مربع کلومیٹر پر محیط ہے۔ وادیٔ کاغان بالاکوٹ کے بعد شروع ہوجاتی ہے۔ بالاکوٹ سے وادیٔ کاغان کا سفر آپ جیپ، کار یا ویگن کے ذریعے بھی کر سکتے ہیں۔ مسافت صرف تین چار گھنٹے کی ہے۔ سڑکیں پختہ ہیں۔ سفر آرام دہ ہو گیا ہے۔ بَل کھاتے ہوئے راستے سفر کی خوبصورتی ہیں۔

اس وادی میں خوبصورت ریسٹ ہاؤس بنے ہیں۔ ہر علاقے میں ہوٹل اور ریسٹورنٹ موجود ہیں۔ وادیٔ کاغان میں قیام و طعام کی جدید سہولتیں حاصل ہیں۔ وادی میں سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ کچھ کچے اور زیادہ تر پکے راستے ہیں۔ بَل کھاتے ہوئے راستے اور خوبصورت عمارتیں اس کے حُسن کو چار چاند لگاتی ہیں۔

اس میں تمام اہم ہل اسٹیشن واقع ہیں؛ جہاں پر ضرورت کی تمام اشیاء میسر ہیں اور ضرورت کی اشیاء مناسب ریٹس پر مل جاتی ہیں۔

اس وادی کی اہمیت تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ اور اس کی خوبصورتی کے چرچے پوری دنیا میں ہیں۔ نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرونِ ملک کے لوگ یہاں کی سیاحت کے لیے آتے ہیں۔ اس وادی میں تمام نسل کے لوگ آباد ہیں۔ زیادہ تر گوجر برادری آباد ہے۔ جھیل سیف الملوک وادی کے ماتھے پر ایک سنہری تاج ہے۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر بہت ہی میٹھی اور بہترین زبان ہندکو بولتے ہیں۔

انگریزی اور اردو سے بھی اچھی طرح آشنا ہیں۔ پشتو، پنجابی اور سرائیکی بھی سمجھتے ہیں۔ وادی میں زیادہ تر سواتی، سادات، مغل، کشمیری، کوہستانی اور گوجر آباد ہیں۔ اس وادی کے لوگ نہ صرف مقامی کھیل بلکہ جدید ترین کھیل سے بھی اچھی طرح آگاہ ہیں۔ لوگوں کا دل پسند کھیل کرکٹ ہے۔ کبڈی اور شکئی یہاں کے مشہور کھیل ہیں۔

وادیٔ کاغان میں گندم، مکئی، چاول، مٹر اور آلو کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ سبزیاں اور پھل بھی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس خوبصورت وادی کا صرف پانچ فیصد حصہ قابلِ کاشت ہوتی ہے جبکہ باقی حصہ جنگلات پر مشتمل ہے جو دیودار، چیڑ، کیکر، بیار اور کھیل سے بھرے پڑے ہیں۔

وادیٔ کاغان میں گھوڑے اور خچر کی بہت اہمیت ہے جو کہ سواری کے کام آتے ہیں۔ مزید بکریاں، بھیڑیں وغیرہ عام پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ کھن چوا، چیتا، نافہ، ریچھ، مرغ زریں، ہرن، چکور اور تیتر بھی ملتا ہے۔

وادیٔ کاغان کی آب و ہوا سردیوں میں سرد ہے۔ اکثر وادیاں برف کی چادر اوڑھ لیتی ہیں۔ راستے بند ہو جاتے ہیں۔ مگر گرمیوں میں موسم بہت خوشگوار رہتا ہے۔

سیاحتی نقطہ نظر سے یہ دنیا کی بہت خوبصورت فطری اور قدرتی طلسماتی جھیلوں، برف پوش پہاڑوں، دل کش پھولوں اور دریاؤں کی سرزمین ہے۔ ہر سال لوگ اس وادی کی سیاحت کے لئے آتے ہیں۔ پہلے اس وادی کا راستہ کچا تھا مگر اب شاہراہِ کاغان کی تعمیر سے اس کی ترقی کے راستے کھل گئے ہیں۔ بَل کھاتے ہوئے راستے، اونچی نیچی چوٹیاں اور کھائیاں وادی کے سینے کو چیرتا ہوا دریائے کنہار اس کا حُسن ہیں۔

شوگراں

شوگراں کا بہت ہی خوبصورت مقام سطح سمندر سے تقریباً 7750 فٹ بلند ہے۔ بالاکوٹ سے اس کا فاصلہ صرف ۳۴ر کلومیٹر ہے۔

یہاں ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس ہے۔ متعدد دکانات اور ریستوران ہیں۔ آپ یہاں قیام کر سکتے ہیں اور چند دن اس خوبصورت ہل سٹیشن پر لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ تمام ہوٹل بہت خوبصورت اور جدید ترین سہولتوں سے آراستہ ہیں۔ ٹیلی فون اور بجلی کی سہولتیں میسر ہیں۔

جو لوگ بالاکوٹ کی وادی میں آتے ہیں، وہ شوگراں کا نظارہ ضرور کرتے ہیں۔ یہاں کے دلفریب فطری مناظر انسان پر کچھ ایسا جادو کرتے ہیں کہ وہ ان کی خوبصورتی سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھائے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ چاندنی رات کا منظر شوگراں کی خوبصورتی کا راز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ شوگراں میں ایک رات قیام ضرور کرتے ہیں۔ مقامی لوگ بھی سیاحت پر آنے والے لوگوں کو ہر لحہ خوش آمدید کہتے ہیں۔ لوگ اپنی سادگی اور میٹھی زبان کی بدولت لوگوں کے دل موہ لیتے ہیں۔ ہندکو مقامی زبان ہے۔

یہ خوبصورت مقام فطری صناّعی کا ایک نمونہ ہے۔ وسیع و عریض میدان سرسبز گھاس اور پھولوں سے سجے ہوئے ہیں۔ جن کی خوشبو ہوا میں ایک عجیب تاثر چھوڑتی ہے۔ شوگراں روڈ پر دونوں طرف بیار اور دیودار کے درختوں سے بھرپور جنگل ہیں۔ سردیوں میں یہاں بہت کم پہاڑی پرندے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ صرف گرمیوں کے سیزن میں پرندے نظر آتے ہیں۔

شوگراں کی آب و ہوا بہت معتدل ہے۔ شدید گرمی کے دنوں میں بھی تسکین بخش خنکی اور ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے۔ لیکن کھلی ہوئی چاندنی ان سرد راتوں کو سحر انگیز اور رومانوی بنا دیتی ہے۔ گرمیوں میں اکثر بارش کے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اگر آپ شوگراں جائیں تو چاندنی رات کا نظارہ کرنا کبھی بھی مت بھولیے۔

یہاں کے بلند و بالا پہاڑ، کوہ مکڑا اور پائے کی فلک بوس چوٹیاں، گھنے جنگل اور خوبصورت ہاڑی پرندوں کی میٹھی بولیاں ایک سحر انگیز سماں سا باندھ دیتے ہیں۔ شوگراں سے ناران جاتے ہوئے راستے میں ایک خوبصورت گھنے جنگل کا نظارہ ملتا ہے جو کہ بارہ کلومیٹر طویل ہے اور مالاکنڈ تک پھیلا ہوا ہے۔ جنگل کے گھنے پن کی وجہ سے سورج کی شعائیں بھی زمین تک نہیں پہنچ پاتیں۔ جنگل میں صدیوں پرانے درخت آج بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ شوگراں سے کاغان کی جانب جاتے ہوئے تقریباً ۱۱ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بہت پرانا دیودار کا درخت ہے۔ مقامی لوگ اس درخت کو ۲۰۰۰ سال پرانا بتاتے ہیں۔

شڑاں

شوگراں کے مغربی جانب شڑاں کا خوبصورت مقام ہے۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً 7500 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ بالاکوٹ سے شڑاں کا فاصلہ 43 کلومیٹر جبکہ پارس سے صرف پندرہ کلومیٹر ہے۔ شڑاں موسیٰ کے مصلیٰ کے بالکل پیچھے پہاڑوں میں پنہاں ایک خوبصورت مقام ہے۔ بالاکوٹ سے آپ جیپ، کار یا ویگن کے ذریعے بہت آرام دہ سفر طے کرتے ہوئے صرف تین گھنٹے میں شڑاں پہنچ جاتے ہیں۔ جبکہ پارس سے شڑاں بذریعہ جیپ ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر ہے۔

شڑاں میں آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ غیر آباد علاقہ ہونے کے باوجود سیاحتی مرکز ہے۔ یہاں پر رہنے کی سہولتیں عام دستیاب نہیں۔ کیمپنگ کا سامان ساتھ لے جانا پڑتا ہے۔ یہاں پر ایک خوبصورت فاریسٹ ہاؤس ہے اور ایک یوتھ ہوسٹل بھی ہے۔ جو لوگ سیاحت کے لئے جاتے ہیں وہ کھانے پینے اور دیگر ضروری سامان اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ خاص طور پر پینے کے لیے پانی ساتھ ضرور لے کر جائیں۔

شڑاں ایک سرسبز گھاس سے سجا ہوا اور گھنے جنگلات سے بھرپور علاقہ ہے۔ یہاں پر مختلف قسم کی فصلیں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔ شڑاں میں جنگلی جانوروں کے علاوہ خوبصورت پرندے بھی اپنی میٹھی بولیاں بولتے نظر آتے ہیں۔ یہاں پر گگی پرندے کا شکار بآسانی مل جاتا ہے۔ شڑاں کے ساتھ درشی کا جنگل ہے جو کہ صرف تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

اس علاقے کی آب و ہوا بہت خوشگوار اور خنک ہے۔ سردیوں میں موسم سخت سرد رہتا ہے۔ برف باری معمول ہے جبکہ گرمیوں کا موسم بہت خوبصورت اور دلفریب ہوتا ہے۔ اس موسم میں اس علاقے کی سیاحت بہت لطف کا باعث ہوتی ہے اور موسم کی آنکھ مچولی بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ شڑاں کا علاقہ ایک بہترین سیاحتی مقام ہے۔ یہاں پر پرندوں کا شکار بھی مل جاتا ہے اور جنگلی جانوروں کی خوبصورتی بھی نظر آتی ہے۔ گھرے جنگل اور سرسبز میدان اس علاقے کی خاص سوغات ہے۔ دریائے کنہار کا پانی بھی اس کے شانوں سے ٹکراتا ہے۔

ناران

وادئ کاغان کا سب سے اہم سیاحتی مرکز وادئ ناران ہے۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً 8200 فٹ بلند ہے۔ بالاکوٹ سے وادی ناران کا فاصلہ تقریباً 86 کلومیٹر ہے۔ بعض منچلے موٹر سائیکل پر بھی وادئ ناران کی سیاحت کا لطف اٹھانے کے لیے تکلیف دہ سفر کر کے پہنچ جاتے ہیں۔ دریائے کنہار کے سنگ سنگ خوبصورت نظاروں کا مزا لوٹتے ہوئے آپ ناران پہنچ جائیں گے۔

اس وادی میں سبزہ بہت زیادہ ہے۔ ہر طرف برف پوش پہاڑی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔ وادئ ناران' وادئ کاغان کی سیاحت کا مرکز ہے۔ یہاں پر قیام وطعام کی جدید ترین سہولتیں حاصل ہیں۔ ہوٹل اور ریسٹورنٹ عوام کی ہمہ تن خدمت میں مصروف ہیں۔ اور تمام تر سہولیات سے مزین ہیں۔ اچھی رہائش کے لیے جدید ترین سہولتوں کے ساتھ خوبصورت کمرے دستیاب ہیں۔ مگر ارزاں قیمت پر عام کمرے بھی مل جاتے ہیں۔

وادئ ناران کا مین بازار کسی بھی بڑے بازار کی مارکیٹ سے کم نہیں ہے۔ زندگی کی ضروریات کی تمام اشیاء دستیاب ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء، فلمیں، بروسٹ، گوشت، پھل سبھی کچھ دستیاب ہے۔ ٹیلی

فون اور ڈاک خانے کی سہولت بھی دستیاب ہے۔ یہاں پر چپل کباب روٹی میں لپیٹ کر رول بنا کر لوگ بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ ہوٹلوں میں تمام پاکستانی اور غیر ملکی کھانے مل جاتے ہیں۔ ناران کا کابلی پلاؤ بھی بہت مشہور ہے۔

اس علاقے کی تاریخی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ انگریزوں کے دور میں بھی اس علاقے کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ اگرچہ سفر کے ذرائع مشکل اور کٹھن تھے مگر انگریز خچر اور گھوڑے کے ذریعے اس علاقے کا حسن و جمال دیکھنے ضرور آتے تھے۔ سب سے بڑھ کر جھیل سیف الملوک کا گیٹ وے وادیٔ ناران ہے۔ یہ اس جھیل کا واحد اور اہم دروازہ بھی ہے۔ ناران ہی سے جھیلوں کی سیاحت کا آغاز کیا جاتا ہے۔ ناران کے کندھے پر لالہ زار اور بابوسر پاس جیسے خوبصورت علاقے ہیں۔

ناران کے مقامی لوگ مقامی کھیلوں کے علاوہ وادی کے میدانی حصوں پر کرکٹ کھیلتے نظر آتے ہیں۔ یہاں کے بچوں کا من پسند کھیل کرکٹ ہے۔ تعلیمی لحاظ سے کافی پسماندگی ہے۔ کبڈی، شکئی کا کھیل بھی کافی مقبول ہے۔ مقامی لوگ زیادہ تر ہندکو اور پہاڑی زبان ہندکو بولتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ مثلاً پنجابی، کوہستانی، کشمیری اور پشتو وغیرہ۔ اس وادی کا رقبہ تقریباً ۵ مربع کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہے۔

وادی میں عام طور پر مکئی، آلو، مٹر اور گندم کی پیداوار ہوتی ہے۔ مگر سردیوں میں زمین برف سے ڈھک جاتی ہے اور فصل کی پیداوار ناممکن ہو جاتی ہے۔ تمام پہاڑ اور تھوڑا بہت میدانی حصہ برف باری سے مکمل ڈھک جاتا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں قدرے خنکی ہوتی ہے اور چلچلاتی دھوپ میں پرندے بھی اس وادی کی رونق بڑھانے کے لئے دوسرے علاقوں سے آجاتے ہیں۔ ٹراؤٹ مچھلی یہاں کی سب سے بہترین سوغات ہے۔ مگر بغیر اجازت نامے کے اس کا شکار منع ہے۔

سیاحتی اعتبار سے وادیٔ ناران اس علاقے کی سب سے اہم اور مرکزی وادی ہے۔ یہاں پر ہر سال لاکھوں لوگ سیاحت کے لیے آتے ہیں۔ میدانی علاقوں سے آنے والے لوگوں کا آخری ٹھکانہ یہی وادی ہوتا ہے۔ بیرونِ ملک سے بھی ہزاروں لوگ اس وادی میں قیام کرتے ہیں۔ اسی وادی سے جھیل سیف الملوک، جھیل لولو پت سر، جھیل دودی پت سر، لالہ زار جیسے خوبصورت وادیٔ ناران واقعی پوری وادی کا قلب ہے۔

ایک لوک داستان اس علاقے میں بہت مشہور ہے کہ ناران میں دریائے کنہار کے پہاڑی ٹیلوں میں مشہور رومانوی داستان کے دو کردار شہزادہ سیف الملوک اور پری بدیع الجمال ایک غار میں چھپ گئے تھے۔ جن کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ سیاح بڑی حیرانگی سے اس غار کا نظارہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ باقاعدہ اندر جا کر غار کو دیکھتے ہیں۔

غار

وادیٔ ناران کے مین بازار کے عقب میں دریائے کنہار کے کنارے پہاڑی کے ٹیلوں میں واقع ہے۔ مین بازار ناران سے صرف پانچ منٹ کی مسافت پر ہے۔ غار تک جانے کے لیے پیدل چلنا پڑتا ہے۔

پہلے پہل ذرائع نقل و حمل ناقص ہونے کی وجہ سے وادیٔ کاغان کی سیاحت کے لئے بہت کم لوگ آتے تھے۔ مگر اب چونکہ ذرائع نقل و حمل کافی بہتر ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب ہر سال لاکھوں لوگ وادیٔ کاغان کے خوبصورت مقامات کی سیاحت کے لیے دور دراز سے یہاں پہنچتے ہیں۔

غار کے سامنے پہاڑی جڑی

بوٹیاں، درخت اور گھاس بکثرت پائی جاتی ہے۔ غار کے سامنے دریائے کنہار اپنی خوبصورتی کے ساتھ رواں دواں ہے۔ وادی ناران آنے والوں کے لیے غار دیکھنے کی خواہش ایک سحر انگیز اور دل میں جادو بھری تمنا ہے۔ وادیٔ ناران کی پہچان اور خوبصورتی میں غار کی جادوئی طاقت ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

وادی کاغان یوں تو قدرت کا ایک حسین و دلکش بے نظیر تحفہ ہے مگر اس وادی میں بعض مقامات اب بھی پوشیدہ ہیں۔ وادی ناران میں غار کی کہانی شہزادہ سیف الملوک اور پری بدیع الجمال کی محبت کا ایک اچھوتا اور لازوال ثبوت ہے۔ اسی غار نے ان دونوں کی محبت کو لازوال اور لافانی بنا دیا۔ لوگوں کے دلوں میں غار دیکھنے کی تمنا جھیل سیف الملوک کی خوبصورتی سمیٹنے کا ایک لازمی جزو ہے۔ غار میں جب آپ ٹارچ لے کر جائیں تو ٹارچ کی روشنی مدھم رہتی ہے۔ پریشان نہ ہوں۔ یہ صرف غار کی اندرونی پتھریلی دیواروں کی سیاہی مائل رنگت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

جھیل سیف الملوک

دنیا و جہان کی حسین و جمیل، خوبصورتیوں سے مالا مال نیلگوں پانی کی سرزمین جھیل سیف الملوک سطح سمندر سے تقریباً 10600 فٹ پر واقع ہے۔ وادیٔ بالاکوٹ سے جھیل سیف الملوک کا فاصلہ براستہ ناران تقریباً 94 کلومیٹر ہے جبکہ ناران سے اس کا فاصلہ صرف 8 کلومیٹر ہے۔ ناران سے جھیل تک جاتے ہوئے راستے میں ایک گلیشیر کے اوپر سے گزرنا پڑتا ہے۔ وادی ناران سے زیادہ تر لوگ پیدل ہی جھیل کا سفر کرتے ہیں۔ بعض لوگ جیپ کے ذریعے اور گھوڑے یا خچر کے ذریعے بھی پہنچ جاتے ہیں۔ جھیل تک پیدل سفر تقریباً دو گھنٹے کی مسافت ہے۔ سفر بہت خوشگوار اور دلفریب ہوتا ہے۔ جیپ کے ذریعے گلیشیر کو عبور کرنا ایک ماہر ڈرائیور کا کام ہے۔ زیادہ تر لوگ پیدل سفر گروپوں کی شکل میں طے کرتے ہیں۔ سفر کے لیے جانور عام دستیاب ہے۔

جھیل سیف الملوک پر اسٹیشن کی سہولت نہیں ہے۔ قیام کے لیے کیمپنگ کا سامان ساتھ لے کر جائیں۔ جھیل سیف الملوک وادیٔ کاغان کی سب سے اہم اور مشہور جگہ ہے۔ یہاں ہر وقت سیاحوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ اس لیے مقامی لوگوں نے یہاں لوگوں کی سہولت کے لیے کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر تھوڑا بہت ضروری سامان میسر کر رکھا ہے۔ سیر کے لیے گھوڑا اور خچر بھی مل جاتا ہے۔ کچھ دکانیں بھی ہیں جہاں سے ضرورت کی اشیاء مل جاتی ہیں۔

جھیل سیف الملوک کی تاریخی اہمیت پوری دنیا میں ہے۔ ہر سال لاکھوں لوگ اندرون اور بیرون ملک سے اس کی سیاحت کے لیے آتے ہیں۔ یہ پیالہ نما جھیل حسن و جمال اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً 1420 فٹ اور چوڑائی چار سو پچاس فٹ کے قریب ہے۔ اس کا نیلگوں پانی دریائے کنہار کو ہمراہی بخشتا ہے۔ یہ سنگم ناران کے مقام پر ہوتا ہے۔ جھیل کے قریب رہنے والے مقامی لوگوں کی آمدنی کا واحد ذریعہ یہاں آنے والے لوگوں پر ہوتا ہے۔ جھیل سیف الملوک کے سامنے ملکہ پربت برفانی لبادہ اوڑھے اپنی خوبصورتی کا نظارہ کروا رہی ہے۔ ملکہ پربت کی بلندی تقریباً 17390 فٹ ہے۔ ملکہ پربت کا جھیل کے پانی میں عکس جھیل کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیتا ہے۔ یہاں

کے گلیشیئر پر بہت سے لوگ اسکیٹنگ سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔

جھیل کے اردگرد کا تمام علاقہ سرسبز وشاداب ہے۔اس خوبصورت جھیل پر آپ کو خوبصورت ارغوانی رنگوں کی تتلیاں نظر آئیں گی جو کہ اس جھیل کا حُسن ہیں۔ اس کے علاوہ جھیل کے اردگرد پہاڑی چٹانوں میں ایک جانور کھن چوا پایا جاتا ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں ہروقت برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ گرمیوں میں سرسبز اور ہریالی نظر آتی ہے۔

جھیل سیف الملوک قدرت کی صناعی کا خوبصورت شاہکار ہے۔اس کا موسم سارا سال پینترا بدلتا رہتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں جھیل برف کی چادر اوڑھ لیتی ہے۔ دور سے ایک صاف شفاف برف کا پیالہ نما دکھائی دیتا ہے۔ مگر گرمیوں کے موسم میں جھیل کی خوبصورتی اور حسن و جمال اپنے جوبن پر ہوتا ہے اور پوری وادی کا مرکزی نقطہ بن جاتا ہے۔ جھیل کے پانی کا رنگ موسم کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ صاف موسم میں جھیل کے پانی کا رنگ نیلا' بادل ہوں تو سبز اور اگر گہرے بادل ہوں تو گہرا سبز ہو جاتا ہے۔ جھیل سیف الملوک کے حسن و جمال اور دلکش خوبصورتی کو دیکھنے کی تمنا ہر سیاح کو ہر مشکل اور دشواری سے بیگانہ کر دیتی ہے۔

یہ جھیل بہت بلندی پر واقع ہے۔ جس پر چڑھنے کی وجہ سے سانس میں دشواری آتی ہے۔ مگر اس کو دیکھنے کی کشش انسان کو تمام تکالیف سے آزاد کر دیتی ہے۔ جھیل کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان قدرت کی صناعی کو دیکھ کر عش عش کر اٹھتا ہے۔ سردیوں کے موسم میں یوں لگتا ہے کہ جیسے پیالے میں برف کا گولہ ہے۔

لالہ زار

یہ خوبصورت پھولوں سے مزین دلکش مقام سطح سمندر سے تقریباً 10500 فٹ بلندی پر واقع ہے۔ بالاکوٹ سے لالہ زار 104 کلومیٹر جبکہ وادیٔ ناران سے صرف 18 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وادیٔ ناران سے جیپ کے ذریعے ایک گھنٹہ لگتا ہے۔ پیدل بھی جا سکتے ہیں۔ سارا راستہ خوبصورت مناظر سے بھرپور ہے' مگر کافی لمبا ہے۔

یہاں پر قیام وطعام کی سہولت میسر ہے۔ آپ بآسانی یہاں پر قیام کر سکتے ہیں۔ لالہ زار آتے ہوئے راستے میں سوہنی آبشار کا نظارہ کریں۔ طبیعت مچل اٹھے گی۔ یہاں پر ایک ریسٹ ہاؤس بھی ہے۔ یہاں پر آپ کو کھانے پینے کی اشیاء بآسانی مل جاتی ہیں۔ دیگر ضروریاتِ زندگی بھی میسّر ہیں۔ یہاں کے رہنے والے مقامی لوگ بہت سادہ زندگی گزارتے ہیں۔ یہ بڑے معصوم اور سادہ ہیں۔ زیادہ تر لوگ ہندکو زبان بولتے ہیں۔ لالہ زار چونکہ سطح سمندر سے کافی اونچائی پر واقع ہے اور راستے بھی پُرخطر ہیں پہلے پہل لوگ اِدھر کا کم رخ کرتے تھے۔ مگر جب سے حکومت پاکستان نے سیاحت کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ لوگ دھڑا دھڑ ہر سال گرمیوں میں اس پُرفضا مقام کا مزا لوٹنے کے لیے یہاں ضرور آتے ہیں۔ اب تو یہ سیاحت کا مرکز بنتا جا رہا ہے۔ ناران اور جھیل سیف الملوک پر آئے ہوئے لوگ لالہ زار کو دیکھے بغیر کبھی بھی واپس نہیں جاتے ہیں۔

یہ خوبصورت پہاڑی مقام ایک محدود علاقے تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ گلستانِ فردوس ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے۔ خوبصورت پھول اور بلند و بالا درخت اس کے حُسن کو چار چاند لگاتے ہیں۔ خوبصورت رنگوں کے کھلے پھول اور سرسبز گھاس کا قالین دلوں کی دھڑکن کو تیز کر دیتا ہے۔ موسم تو یہاں پورے جوبن پر ہوتا ہے۔ یہاں پر پہاڑی پرندے جو کہ صرف گرمیوں کے موسم

میں نظر آتے ہیں۔ خوبصورتی کو مزید بڑھاتے ہیں۔ رنگ برنگی چلتی ناچتی پھدکتی تتلیوں کے گروہ درگروہ اس علاقے کے حُسن کو حیران کن بنا دیتے ہیں۔ لالہ زار جاتے ہوئے راستے میں مٹروں اور آلوؤں کے کھیت ہی کھیت جھومتے نظر آتے ہیں۔ ان کا ذائقہ بہت ہی بہترین ہے۔ ہر طرف پھیلا ہوا سبزہ، پھولوں کے خوبصورت رنگ اور اونچے اونچے درخت برف پوش پہاڑ اور گھنا جنگل اس مقام کی خوبصورتی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رنگارنگ پھولوں کی وجہ سے اس کا نام لالہ زار پڑا ہے۔ یہاں کے جنگلی پھول ایک حسین منظر پیش کرتے ہیں۔ جن میں گلاب کا پھول بہت اہم ہے اور پانچ رنگوں کا ہوتا ہے۔

لالہ زار کی آب و ہوا ہر وقت پینترا بدلتی رہتی ہے۔ کسی پل میں دھوپ تو کبھی بادل چھا جاتے ہیں۔ کبھی ہلکی ہلکی بوندا باندی تو کبھی موسلا دھار بارش، موسم کے یہ بدلتے ہوئے رنگ دل کو بہت سہانے لگتے ہیں۔ بارش کے دوران زمین دلدلی سی بن جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے پیدل چلنا مشکل ہو جاتا ہے اور جیپ کا سفر بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ لالہ زار ایک پُرفضا پہاڑی مقام ہے۔ ہر سال ہزاروں سیاح اس کے دلفریب قدرتی مناظر سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہ علاقہ وادیٔ کاغان میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

جب سے ذرائع نقل و حمل بہتر ہوئے ہیں، سیزن میں نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرونِ ملک سے بھی لوگ اس جنت نظیر مقام کو دیکھنے آتے ہیں۔ لالہ زار، وادیٔ کاغان کی سب سے بڑی درخشاں اور روشن وادی ہے۔ مقامی لوگ لالہ زار کے متعلق رومانوی داستان بھی سناتے ہیں۔ جو کہ سوہنی نامی دوشیزہ اور لالہ نامی افغانی نوجوان کے بارے میں مشہور ہے۔ لالہ افغانی عشق میں قربان ہو گیا۔ اسی وجہ سے اس علاقے کا نام لالہ زار پڑ گیا۔ لالہ زار کے قریب جنگل ہے جو کہ سوہنی کے نام کی وجہ سے سوہنی کا جنگل کہلاتا ہے۔

دریائے کنہار

دریائے کنہار وادیٔ کاغان کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ یہ دریا اپنی تمام تر دلکشیوں، خوبصورتیوں اور رعنائیوں کے ساتھ پوری وادی میں سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا رواں دواں ہے۔ ناران کے مقام پر جھیل سیف الملوک اور دریائے کنہار کا سنگم ایک لافانی شاہکار ہے۔ یہ دریا سطح سمندر سے تقریباً **14000** فٹ کی بلندی سے اپنا سفر شروع کرتا ہے اور پھر وادی وادی گھومتا ہوا، مسلسل پتھروں کے سنگ گیت گاتا ہوا، پوری وادیٔ کاغان سے آنکھ مچولی کھیلتا ہوا، مظفر آباد کے قریب دریائے نیلم اور دریائے جہلم کے ساتھ پتن کے مقام پر مل جاتا ہے۔ دریائے کنہار کا پانی بہت ہی شفاف ہے ایک کلومیٹر کی بلندی سے آپ اس کی تہہ میں پڑے ہوئے کنکر اور پتھر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ پانی میں ٹھنڈک کی شدت ہوتی ہے۔

گرمیوں میں بھی انسان اس دریا کے پانی میں نہانے سے گریزاں ہے۔ اس دریا میں دنیا کی سب سے خوبصورت اور ذائقے میں لذیذ مچھلی ٹراؤٹ پائی جاتی ہے۔ اس کا شکار وادی میں ممنوع ہے۔ دریائے کنہار کا برفیلا پانی اس کی افزائش کے لیے بہت موزوں ہے۔ ہم جب سڑک کے راستے سفر کرتے ہیں تو دریائے کنہار مسلسل پہاڑوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتا رہتا ہے۔ کبھی پہاڑ اوجھل تو کبھی دریا اوجھل اکثر لوگ دورانِ سفر اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے دریا کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ سیدھے الٹے پتھروں پر پاؤں رکھنا بعض اوقات جان لیوا

ثابت ہوتا ہے۔ شہروں سے آئے ہوئے نوجوان، شہروں کی ماڈرن اور حسین وجمیل دوشیزائیں، عورتیں بوڑھے سبھی اس دریائی یخ پانی کی مچلتی ہوئی لہروں کا نظارہ کرتے ہیں۔ دریا کی نمی سے لبریز، مختلف خوشبوؤں سے رَچے ہوا کے جھونکے جوان دلوں پر ایک رومانوی کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔ ہر دل چاہتا ہے کہ یہ خوشبوؤں بھرا پُرسکون سفر دریا کے سنگ سنگ کبھی ختم نہ ہو۔

دریائے کنہار دو الفاظ کو یعنی پہاڑ اور نہار یعنی نہریں کا مجموعہ ہے۔ اس کا ٹھنڈا برفیلا پانی آنکھوں کے امراض کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ملکہ نور جہاں اور اس کی ایک کنیز جب کشمیر کی سیر کو آئیں تو ان کی آنکھیں دُکھنے کو آئیں، ان دونوں نے دریائے کنہار کے پانی سے آنکھیں دھوئیں تو انہیں آرام آ گیا، جس پر ملکہ نور جہاں نے دریائے کنہار کو نین سکھ کا نام بھی دیا۔ دریا کے ساتھ وادی وادی سفر کرتے ہوئے آنکھوں کو مسلسل جو تازگی اور سکون ملتا ہے اس کو محسوس کرتے ہوئے ہر سیاح بے ساختہ اس کو نین سکھ کا نام دے دیتا ہے۔ یہاں کی خنک ہوائیں دریا کے پانی سے اٹھکیلیاں کرتی انسان کے چہرے کو نمی اور تازگی دیتی ہیں۔

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہو گئے۔ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے۔ وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک امت۔

(اجلاس مسلم لیگ کراچی ۱۹۴۳ء)

کے ٹو کی کہانی

مختار آزاد

زمانہء معلوم کی تاریخ کے مطابق انگریز سر فرانسس ینگ ہسبینڈ اور ولیم کونوے؛ امریکی میاں بیوی بلوک اور ورک مین (جنہوں نے سائیکل پر ایشیا کا سفر کیا) اور سوئس، اطالوی پہاڑی گائیڈ میتھیاس زربریگین...... اُن ابتدائی لوگوں میں شامل ہیں جو کے ٹو بیس کیمپ کی سیاہ چٹانوں اور چمکتے ہوئے گلیشیروں تک پہنچے تھے۔

کے ٹو چوٹی سر کیے جانے کی کوششوں کے ضمن میں درحقیقت ہمیں 1856ء تک انتظار کرنا پڑتا ہے، جب انڈیز کمپنی نے تین جرمن بھائیوں کو جو **Schlagintweit Brothers** کے نام سے معروف تھے، ایک مہم کی سربراہی کرنے کی ہدایت کی۔ مشن کے دوران ان میں سے ایک بھائی ایڈولف درۂ مستاغ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

قدرتی طور پر اہرام کی طرز پر ایستادہ کے ٹو کے کئی نام ہیں۔ تبتی زبان میں اسے ''کوگوری'' اور بلتی میں ''چگوری'' کے روایتی ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان دونوں زبانوں میں مختلف ناموں کے باوجود اس کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی ''پہاڑ کا بادشاہ۔'' طویل عرصے تک اس کی چوٹی سر کرنے کی کوشش میں متعدد جانیں بھی ضائع ہوئیں، یوں کے ٹو کی ہیبت بھی بڑھی، جس کے سبب اسے کئی لقب ملے، جیسے قاتل، غضبناک اور بارعب وغیرہ۔ تاہم اسے پوری دنیا اب صرف ایک ہی نام سے زیادہ جانتی ہے اور وہ ہے ''کے ٹو''۔ پہاڑ کا یہ نام کیسے پڑا، یہ بھی ایک دلچسپ داستان ہے۔

یہ 1856ء کی بات ہے کہ جب ہندوستان میں موجود سپاہِ برطانیہ کی رائل انجینئرنگ سے وابستہ نوجوان لیفٹننٹ ٹی جی منٹگمری نے کشمیر کے پہاڑی سلسلوں کے سروے کا آغاز کیا۔ ایک دن وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں اس نے دیکھا کہ کافی دوری کے فاصلے پر قراقرم کی سمت میں ایک نہایت بلند پہاڑ کھڑا ہے اور برف سے ڈھکی چوٹی سے ٹکرا کر منعکس ہونے والی سورج کی شعاعیں آنکھوں کو خیرہ کیے دے رہی ہیں۔ اس نے فوراً اس چوٹی کو نام دیا! ''کے ون''۔ اس کے بعد بھی اس کا سفر جاری رہا اور وہ چھلوبلتستان میں واقع وادی ہوشے پہنچا۔ یہاں بھی اسے ایک اور جھٹکا لگا۔ دور، آسمان کو چھوتا ہوا ایک اور پہاڑ کھڑا تھا جس کی برف سے ڈھکی چوٹی کو دیکھتے ہوئے اس کی گردن میں خم آنے لگا۔ گردن تھکنے لگی تو اس نے سر جھکایا اور اس چوٹی کو نام دیا ''کے ٹو''۔ اور یوں یہ چوٹی جس کا مقامی نام چگوری تھا، پر ''کے ٹو'' کا لقب غالب آ گیا۔ بتاتے چلیں کہ یہاں

انگریزی کا لفظ K قراقرم کا مخفف ہے۔

1860ء میں سروے آف انڈیا سے وابستہ کیپٹن ہنری ہیورشم گڈون آسٹن، بلتستان گیا اور وہاں اس نے شگر اور سلتورو وادیوں کا سروے کیا۔ یہ سروے ''کے ٹو'' کی چوٹی تک پہنچنے اور قراقرم پہاڑی سلسلے کے پیچ وخم سے آگہی کے لئے بعد میں آنے والے کوہ پیماؤں کے لئے بہت مددگار ثابت ہوا۔ یہ اس کی خدمات کا اعتراف ہی ہے کہ آج ''کے ٹو'' کے اطراف واقع پہاڑوں کو ''ماؤنٹ گڈون آسٹن'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

''کے ٹو'' چوٹی کو سر کرنے کے لئے غالباً پہلی باقاعدہ کوشش 1902ء میں کی گئی۔ اس مہم کے لئے کوہ پیما آسکر جے ایل اِک کینسٹین نے ''کے ٹو'' تک پہنچنے کے لئے بالتورو گلیشیر سے بغیر کسی گائیڈ کے سفر شروع کیا۔ ان کا مقصد چوٹی سر کرنے کے علاوہ وہاں تک پہنچنے کے آسان راستے دریافت کرنا بھی تھا۔ تاہم خراب موسم کے سبب انہیں اپنی مہم کو ادھورا ہی چھوڑنا پڑا۔

1909ء میں ایک بار پھر چوٹی سر کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس بار یہ کوشش اٹلی کے ڈیوک آف ابرزی (Duke of Abruzzi) لوئجی امیڈیو کی قیادت میں کوہ پیماؤں کی ایک بڑی جماعت نے کی، تاہم اس مرتبہ بھی انسانی قدم کے ٹو کی چوٹی کو تسخیر کرنے میں ناکام رہے۔ واضح رہے کہ لوئجی، اٹلی کے بادشاہ کنگ عمانوئیل دوئم کے پوتے تھے۔ اس کے بعد کئی سالوں تک کسی کو دوبارہ یہاں تک پہنچنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن 1937ء میں برطانیہ کے دو معروف کوہ پیماؤں، ہیرالڈ ولیم ٹلمین اور ایرک ارل شپٹن نے چوٹی تک رسائی کے لئے راستوں کا ایک سروے کیا اور اس دوران انہوں نے کے ٹو کی شمالی سمت اور اس کے معاون گلیشیروں کے راستے کا کھوج لگالیا۔

1938ء میں امریکن الپائن کلب نے تجربہ کار کوہ پیماؤں کی ایک جماعت کو اسپانسر کیا۔ ان کا کام کے ٹو تک پہنچنے والے راستوں کا جائزہ لینا تھا۔ یہ اگرچہ چوٹی تک تو نہیں پہنچ پائے، تاہم 8 مقامات پر کیمپ کرنے کے بعد یہ 7295 میٹر کی بلندی تک ضرور پہنچے۔ 1939ء میں امریکی کوہ پیماؤں کی ایک اور جماعت نے چوٹی تک رسائی کی کوشش کی۔ ٹیم کی قیادت جرمن نژاد امریکی شہری اور کیمیا دان ہرمن ارنسٹ وائزنر کر رہے تھے، جن کے ہمراہ آٹھ نیپالی قلی تھے لیکن یہ کوشش بھی ناکام ہی رہی۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی۔ امریکی کوہ پیماؤں نے ہمت نہیں ہاری اور 1953ء میں ایک بار پھر ''کے ٹو'' سر کرنے کی کوشش کی۔ ٹیم کی قیادت ڈاکٹر چارلس ہوسٹن کر رہے تھے۔ وہ 1938ء میں امریکن الپائن کلب کی ٹیم میں شامل رہے تھے اور خاصی بلندی تک پہنچے بھی تھے لیکن خواہش اس مرتبہ بھی حقیقت میں تبدیل نہ ہوسکی۔ اگرچہ کے ٹو کی چوٹی ابھی تک ناقابلِ تسخیر تھی، لیکن اب حالات حضرتِ انساں کو رفتہ رفتہ کامیابی کی طرف لے جا رہے تھے۔

یہ 1954ء کا ذکر ہے۔ اٹلی سے کوہ پیماؤں کی ایک ٹیم پاکستان پہنچی۔ مقصد ان کا بھی اپنے پیش رو کوہ پیماؤں کی طرح اب تک ناقابلِ تسخیر ہونے کی علمبردار ''کے ٹو'' کی چوٹی پر پرچم لہرانا تھا، مگر اپنی اس خواہش کا انجام انہیں بھی نہیں معلوم تھا۔ ٹیم میں 12 کوہ پیما اور 4 سائنسدان شامل تھے، جن کی قیادت معروف کوہ پیما پروفیسر آرڈیٹو ڈیسیو (Prof. Ardito Desio) کر رہے تھے۔ واضح رہے کہ پروفیسر ڈیسیو جنگِ عظیم دوئم سے پہلے بھی

ایک اور اطالوی کوہ پیا ٹیم کے ہمراہ یہاں آ چکے تھے۔ پاکستان سے قراقرم کلب کے کرنل ایم عطاء اللہ اور ارشد منیر بھی اٹلی کی ٹیم میں شریک ہو گئے جبکہ رابطے کی خدمات کیپٹن جی ایس بٹ (جو بعد ازاں جنرل کے عہدے تک پہنچے) کے سپرد کی گئیں۔

جماعت نے سفر شروع کیا تو انہیں آغاز ہی میں خراب موسم سے واسطہ پڑ گیا۔ جیسے ہی موسم سازگار ہوا، انہوں نے پیش قدمی کرتے ہوئے کیمپ 2 قائم کر لیا، تاہم بدقسمتی سے یہاں پر جماعت کے 36 سالہ گائیڈ ماریو بیمار ہو گئے اور علاج سے قبل ہی چل بسے۔ اس افسوس ناک حادثے کے باوجود جماعت نے ہمت نہیں ہاری اور منزلوں پر منزلیں مارتے ہوئے جنوب مشرق کی سمت سے آگے بڑھتے رہے۔ ٹیم نے نواں پڑاؤ کھلے آسمان تلے ڈالا اور 31 جولائی کو یہاں سے Lino Lacedelli اور Achille Compagnoni نے چوٹی کی سمت اپنا سفر شروع کیا اور پھر اسی شام مقامی وقت کے مطابق تقریباً چھ بجے بوقت غروبِ آفتاب انسانوں کے قدم کے ٹو کی ناقابلِ تسخیر چوٹی تک پہنچ گئے اور یوں کے ٹو کی پُراسراریت دم توڑ گئی۔

اشرف امان وہ پہلے پاکستانی ہیں جو 1977ء میں کے ٹو چوٹی تک پہنچے۔ نذیر صابر نے 1981ء میں کے ٹو چوٹی سر کی۔ اس چوٹی پر پہنچنے والے وہ پہلے پاکستانی کوہ پیا ہیں۔ ان کے علاوہ 1996ء میں رجب شاہ اور مہربان شاہ بھی کے ٹو کی چوٹی سر کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اگرچہ ایورسٹ دنیا کی سب سے بلند چوٹی ہے اور اب تک تقریباً 1500 افراد اسے سر کر چکے ہیں۔ لیکن کے ٹو کی مشکل ترین قدرتی بناوٹ اور اس کے خطرناک ترین راستوں کی وجہ سے اب تک اسے لگ بھگ 198 کوہ پیماؤں نے سر کیا ہے۔ کے ٹو کی چوٹی سر کرنے کی کوشش میں اب تک تقریباً 49 کوہ پیما بلندیوں سے پھسل کر موت کی آغوش میں جا چکے ہیں۔ خواتین بھی اس ضمن میں مردوں سے پیچھے نہیں رہی ہیں۔ پانچ خواتین کوہ پیما کے ٹو کی چوٹی تک پہنچنے میں کامیاب ہوئیں، تاہم ان میں سے تین خواتین اترتے ہوئے حادثے کا شکار ہو کر موت کی وادی میں جا پہنچیں۔

(بشکریہ جریدہ کرامی)

☆☆☆☆☆

دلچسپ حقائق

محمد سہیل قیصر ہاشمی

آبادی

دنیا کی آبادی 8000 قبل مسیح میں 6 ملین تھی۔اس میں اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے اور 2050ء میں متوقع آبادی کتنی ہوگی، درج ذیل ہے۔

تاریخ	آبادی
8000 ق م	6 ملین
1250	254 ملین
1500	460 ملین
1600	579 ملین
1990	5246 ملین
2050 (متوقع)	14000 ملین

☆☆☆☆

سب سے زیادہ گنجان آباد ملک

سب سے زیادہ گنجان آباد ممالک میں مناکو کا نمبر پہلا ہے۔اس کا کل رقبہ 1.95 مربع کلومیٹر ہے۔اس کی آبادی 50 ہزار سے زائد ہے اور اس کی آبادی فی مربع کلومیٹر 15,993.5 ہے۔اس کے بعد سنگاپور کا نمبر آتا ہے۔اس کا رقبہ 624 مربع کلومیٹر ہے اور اس کی آبادی فی مربع کلومیٹر 7,135.8 ہے۔

☆☆☆☆

سب سے کم گنجان آبادی والا ملک

سب سے کم گنجان آبادی والا ملک منگولیا ہے اس کا رقبہ 15 لاکھ 65 ہزار مربع کلومیٹر ہے جبکہ اس کی آبادی فی مربع کلومیٹر 1.7 ہے۔اس کی کل آبادی 40 لاکھ سے زائد ہے۔اس کے بعد نمیبیا کا نمبر آتا ہے۔اس کا رقبہ 8 لاکھ 23 ہزار 291 مربع کلومیٹر ہے اس کی آبادی 25 لاکھ سے زائد ہے جبکہ اس کی آبادی فی مربع کلومیٹر 2.2 ہے۔

☆☆☆☆

جزائر پر مشتمل سب سے زیادہ آبادی والا ملک

جزائر پر مشتمل سب سے زیادہ آبادی والا ملک انڈونیشیا ہے۔اس کی آبادی 1180 فی مربع کلومیٹر ہے اور یہ ہزاروں جزائر پر مشتمل ہے۔اس کا کل رقبہ 19 لاکھ 45 ہزار 69 مربع کلومیٹر ہے جبکہ اس کے بعد مڈغاسکر کا نمبر آتا ہے جس کا رقبہ 5 لاکھ 87 ہزار 713 مربع کلومیٹر ہے۔

☆☆☆☆

رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک

رقبہ کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک روس ہے جو زمین کے تقریباً 11.5 فی صد حصے پر پھیلا ہوا ہے۔اس کا کل رقبہ 17075400 مربع کلومیٹر (6592800 میل) ہے۔یہ ملک برطانیہ کے مقابلے میں ستر گنا بڑا ہے۔دنیا کا دوسرا

بڑا ملک کینیڈا ہے۔ رشین فیڈریشن (روس) سابقہ سوویت یونین کی سب سے بڑی ریاست تھی۔ 21 دسمبر 1991ء کو سوویت یونین پندرہ خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆

رقبہ کے لحاظ سے سب سے چھوٹا ملک

رقبہ کے لحاظ سے دنیا کا سب سے چھوٹا ملک اسٹیٹ آف دی ویٹی کن یا ہولی سٹی ہے، جو اٹلی کے شہر روم میں واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ 44 ہیکٹر (1089 ایکڑ) ہے یہ 11 فروری 1929ء کو وجود میں آیا۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا اسلامی ملک

سب سے بڑا اسلامی ملک سابقہ سوویت یونین سے آزادی حاصل کرنے والی ریاست قازقستان ہے۔ اس کا کل رقبہ 27,17,300 مربع کلومیٹر (10,49,200 میل) ہے۔

☆☆☆☆

دنیا کا وہ ملک جہاں بارشیں کم ہوتی ہیں

چلی میں اریکا وہ مقام ہے جہاں بارشیں کم ہوتی ہیں اور اس جگہ پر بارش کا اوسط 6 سال میں ایک دن ہے جبکہ مصر کے مقام اسائیٹ میں 5 سال میں ایک دن بارش ہوتی ہے۔

☆☆☆☆

سب سے زیادہ سرحدیں

چین دنیا کا وہ ملک ہے جس کی سرحدیں پندرہ ممالک سے ملتی ہیں۔ ان میں پاکستان، منگولیا، افغانستان، نیپال، بھارت، بھوٹان، تازقستان، کرغزستان، لاؤس، برما، شمالی کوریا، روس، تاجکستان، تھائی لینڈ اور ویت نام شامل ہیں۔ اس کے بعد روس کا ملک ہے جس کی سرحدیں چودہ ممالک سے ملتی ہیں۔

☆☆☆☆

سب سے زیادہ بحری سرحدیں

انڈونیشیا وہ ملک ہے جس کی بحری سرحدیں انیس ممالک سے ملتی ہیں۔

☆☆☆☆

سب سے لمبی سرحد (بحری)

دنیا کی سب سے لمبی بحری سرحد گرین لینڈ اور کینیڈا کے درمیان واقع ہے۔ یہ سرحد 2,697 کلومیٹر (1,676 میل) لمبی ہے۔

☆☆☆☆

سب سے چھوٹی سرحد

ویٹی کن سٹی اور اٹلی کے شہر روم کے درمیان واقع سرحد سب سے چھوٹی سرحد ہے جس کی لمبائی 4.07 کلومیٹر (2 میل 933 گز) ہے۔

☆☆☆☆

سڑکوں کا طویل ترین جال رکھنے والا ملک

دنیا میں امریکہ وہ واحد ملک ہے جس کے پاس سڑکوں کا طویل ترین جال موجود ہے۔ اس میں موجود سڑکوں کی کل لمبائی 63 لاکھ 48 ہزار 227 کلومیٹر ہے۔ اس کے بعد بھارت کا نمبر آتا ہے۔ اس میں موجود سڑکوں کی کل لمبائی 33 لاکھ 19 ہزار 644 کلومیٹر ہے۔

☆☆☆☆

بلند ترین مقام پر واقع شہر

وین چاؤ چین کا وہ شہر ہے جو سطح سمندر سے بلند ترین مقام پر واقع ہے۔ اس کی بلندی 16,732 فٹ (5,100 میٹر) ہے۔ اس کے بعد بولیویا کے شہر پوتوسیا کا نمبر آتا ہے جس کی بلندی 3976 میٹر ہے۔

☆☆☆☆

پست ترین مقام پر واقع شہر

ائن بوکر بحیرہ مردار کا وہ شہر ہے جو پست ترین مقام پر واقع ہے۔یہ 1291 فٹ (393.5 میٹر) سطح سمندر سے نیچے ہے۔

☆☆☆☆

بلندترین مقام پرواقع دارالحکومت

لا پیز بولیویا (شمالی امریکہ) کا وہ دارالحکومت ہے جو سطح سمندر سے بلند ترین مقام پر واقع ہے اس کی اونچائی 11,916 فٹ (3631 میٹر) ہے۔

☆☆☆☆

گنجان ترین شہر جو دارالحکومت نہیں

بمبئی بھارت کا وہ گنجان ترین شہر ہے جو دارالحکومت نہیں۔اس کی کل آبادی ڈیڑھ کروڑ سے زائد ہے جبکہ بھارت کے دارالحکومت نیو دہلی کی کل آبادی 90 لاکھ سے زائد ہے۔اس کے بعد چین کے شہر شنگھائی کا نمبر آتا ہے۔جس کی آبادی ایک کروڑ 50 لاکھ سے زائد ہے۔جبکہ اس کے دارالحکومت بیجنگ کی آبادی ایک کروڑ 35 لاکھ سے زائد ہے۔

☆☆☆☆

سب سے بڑی دفتری عمارت

پنٹا گون (امریکہ) دنیا کی سب سے بڑی دفتری عمارت ہے اس میں امریکی محکمہ دفاع کے دفاتر واقع ہیں۔یہ پندرہ جنوری 1943ء کو مکمل ہوئی۔

☆☆☆☆

بلندو بالا ہوٹل

بینکاک کا بائیوک ٹاور نامی ہوٹل دنیا کا بلند و بالا ہوٹل ہے۔اس کی اونچائی 1,046 فٹ ہے اور یہ 1997ء میں مکمل ہوا۔اس کے بعد شمالی کوریا کا یو کیونگ نامی ہوٹل ہے جو 1993ء میں مکمل ہوا اور اس کی اونچائی 985 فٹ ہے۔

☆☆☆☆

انسانی جسم کی سب سے بڑی ہڈی

انسانی جسم کی سب سے بڑی ہڈی پاٹیلا Patella یا "نی کیپ" Knee Cap کہلاتی ہے۔

☆☆☆☆

انسانی جسم کی سب سے چھوٹی ہڈی

انسانی جسم کی سب سے چھوٹی ہڈی کان کے درمیانے حصے میں قائم تین ہڈیوں میں سے ایک ہے، جس کی لمبائی 0.1 سے 0.13 انچ (2.6 سے 3.4 ملی میٹر) اور وزن 0.03 سے 0.0066 گرینز (2 سے 4.3 ملی گرام) ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

سب سے اونچا درخت

دنیا کا سب سے اونچا درخت ایک امریکی چیرس ایٹکنز نے اگست 2000ء میں امریکی ریاست کیلی فورنیا کے روکفلر جنگل میں دریافت کیا۔اس درخت کی اونچائی 2002ء میں 369 فٹ 4.8 انچ (112.6 میٹر) ریکارڈ کی گئی تھی۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا زندہ درخت

دنیا کا سب سے بڑا درخت جنرل شرمین نامی درخت ہے جو امریکی ریاست کیلی فورنیا کے نیشنل پارک میں پرورش پا رہا ہے۔اس درخت کی اونچائی 271 فٹ (82.6 میٹر) قطر 27 فٹ 2 انچ (8.2 میٹر) اور گھیراؤ 85 فٹ (25.9 میٹر) ہے۔اس درخت کے کل وزن کا تخمینہ 4000000 پونڈ (2000 ٹن) لگایا گیا ہے۔اس درخت کی عمر تقریباً 2100 سال بتائی جاتی ہے۔

☆☆☆☆

قدیم ترین قلمی پودا

دنیا کا قدیم ترین قلمی پودا کنگس ہولی نامی پودا ہے جو تسمانیہ کے علاقے میں دریافت ہوا ہے۔خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پودا 43,000 برس پرانا ہے۔

☆☆☆☆

قدیم ترین قلمی جھنڈ

دنیا کے قدیم ترین قلمی درختوں کا جھنڈ آسٹریلیا کے شہر تسمانیہ کے مغربی ساحل پر دریافت ہوا۔یہ جھنڈ جس درخت سے تیار کیا گیا وہ ساڑھے دس ہزار سال پرانا تھا۔

☆☆☆☆

دنیا کا قدیم ترین تفریحی پارک

دنیا کا قدیم ترین تفریحی پارک ڈنمارک میں بیکن نامی پارک ہے۔یہ 1583ء میں قائم کیا گیا تھا۔اس کے بعد ویانا آسٹریا کے دی پریٹر کا نمبر آتا ہے جو 1766ء میں قائم کیا گیا۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا چڑیا گھر

دنیا میں سب سے بڑا چڑیا گھر نمبیا میں واقع ہے۔یہ 1907ء میں بنایا گیا۔اس کا کل رقبہ 38,427 میل (99,525 مربع کلومیٹر) ہے۔

☆☆☆☆

بڑا اسٹاک ایکسچینج

دنیا کا سب سے بڑا ایکسچینج نیو یارک اسٹاک ایکسچینج ہے۔

☆☆☆☆

سب سے زیادہ خشک جگہ

امریکہ کی ریاست کیلی فورنیا میں واقع ''موت کی وادی'' زمین کی سب سے زیادہ گرم اور خشک جگہ ہے۔اس کا درجہ حرارت مسلسل 43 دن تک 120 فارن ہائیٹ (49°C) رہ چکا ہے' جو ایک ریکارڈ ہے۔

قدیم ترین سینما گھر

☆☆☆☆

دنیا کا قدیم ترین سینما گھر برطانیہ کے شہر ایسٹ سیکس کے علاقے برگٹن میں واقع ''دی ڈیوک آف پارکز سینما'' جہاں سینما کے افتتاح سے اب تک فلمیں تسلسل کے ساتھ نمائش کے لئے پیش کی جا رہی ہیں۔ مذکورہ سینما کا افتتاح 22 ستمبر 1910ء کو ہوا۔اس وقت اس سینما کا نام دی ڈیوک آف پارک پریمیئر پکچر ہاؤس تھا۔اپنے آغاز کے دنوں میں یہاں نشستوں کی کل تعداد 800 تھی۔جواب کم ہو کر 330 رہ گئی ہے۔

☆☆☆☆

نشستوں کے اعتبار سے سب سے بڑا سینما کمپلیکس

اسپین کے شہر میڈرڈ میں کینیولس میڈرڈ نامی سینما کمپلیکس نشستوں کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا سینما کمپلیکس ہے جہاں بیٹھنے والوں کے لئے نشستوں کی کل تعداد 9200 ہے۔مذکورہ کمپلیکس کا افتتاح 17 ستمبر 1998ء کو ہوا۔یہاں سینما کی پچیس اسکرینز ہیں۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا تھیئٹر

دنیا کا سب سے بڑا تھیئٹر چین کے شہر بیجنگ میں نیشنل پیپلز کانگریس کا ہے اس کی کل نشستیں 10000 ہیں۔

☆☆☆☆

سب سے زیادہ فلمیں بنانے والا ملک

بھارت (انڈیا) دنیا کا سب سے زیادہ فلمیں بنانے والا ملک ہے۔

☆☆☆☆

سب سے زیادہ تعداد میں سینماؤں والا ملک

امریکہ میں سب سے زیادہ تعداد میں سینما ہیں اور ان کی تعداد 20200 ہے۔

☆☆☆☆

سینما نہ رکھنے والا ملک

سعودی عرب دنیا کا واحد ملک ہے جہاں کوئی سینما گھر نہیں ہے۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا زیر زمین ریلوے نظام

لندن کا زیر زمین ریلوے کا نظام دنیا کا سب سے بڑا زیر زمین ریلوے کا نظام ہے۔393 کلو میٹر (244 میل) لمبے اس ریلوے نظام کے لئے 3985 بوگیوں پر مشتمل 547 ٹرینیں مخصوص ہیں۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا سفارت خانہ

روس کے سفارت خانے کی عمارت کو دنیا کا سب سے بڑا سفارت خانہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے جو چین کے صدر مقام بیجنگ میں واقع ہے اس کا کل رقبہ 45 ایکڑ ہے۔

سب سے بڑا اسٹیڈیم

پیراگوئے کا سڑاہاؤ سٹیڈیم سب سے بڑا اسٹیڈیم ہے اس میں تماشائیوں کے بیٹھنے کی گنجائش 24000 ہے۔

سب سے بڑا فٹ بال سٹیڈیم

برازیل کے ریوڈی جنیرو کا مارکانا میونسپل سٹیڈیم فٹ بال کا سب سے بڑا سٹیڈیم ہے۔اس کی گنجائش 2,05,000 تماشائی ہیں۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا کرکٹ سٹیڈیم

آسٹریلیا کے شہر میلبورن میں واقع میلبورن کرکٹ گراؤنڈ کرکٹ کا سب سے بڑا سٹیڈیم ہے۔اس میں تماشائیوں کی گنجائش 1,20,000 ہے جبکہ دوسرے نمبر پر بھارت کے شہر کلکتہ کا نمبر آتا ہے۔اس کا نام ایڈن گارڈن ہے اور اس میں 93,000 تماشائیوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا گرجا گھر

دنیا کا سب سے بڑا گرجا گھر یاموسوکرو (آوری کوسٹ) میں واقع بیسلیکا آف آر لیڈی آف پیس ہے جو 1989ء میں مکمل ہوا۔اس گرجا گھر کا رقبہ 30000 میٹر (323000 فٹ) ہے۔گرجا گھر میں سنہری صلیب کی اونچائی 158 میٹر (518 فٹ) ہے۔یہاں سات ہزار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔

☆☆☆☆

سب سے چھوٹا گرجا گھر

دنیا کا سب سے چھوٹا گرجا گھر چیپل آف سانتا ازابیل ڈی ہنگریہ ہے جو کہ نومیرس میں واقع ہے۔یہ عبادت گاہ کرسٹوفر کولمبس کی یادگار کے طور پر اسپین میں بنیل میڈینا ملیگا میں تعمیر کی گئی اور اس کا کل رقبہ 1.96 میٹر (21.8 فٹ) ہے۔

☆☆☆☆

سب سے بڑا مندر

کمبوڈیا کا انگوروات نامی مندر دنیا کا سب سے بڑا مندر سمجھا جاتا ہے۔اس کا کل رقبہ 402 ایکڑ ہے اسے ہندوؤں کے خداوشنو نے 1150-1113 میں تعمیر کیا۔

☆☆☆☆

ماہ اکتوبر

تاریخ وار معلومات

طاہر احمد سعید

یکم اکتوبر 1949ء کو عوامی جمہوریہ چین کا قیام ہوا۔

2، اکتوبر 1869ء کو بھارت کے ممتاز رہنماء موہن داس کرم چند گاندھی پیدا ہوئے۔

4، اکتوبر 1957ء کو روس نے اپنا پہلا خلائی جہاز سپوتنک اوّل چھوڑا۔

6، اکتوبر 1915ء کو آسٹریا اور جرمنی کی فوجوں نے سربیا پر حملہ کر دیا۔

7، اکتوبر 1863ء کو برّصغیر میں پی ڈبلیو ڈی کے محکمے کا قیام عمل میں آیا۔

8، اکتوبر 1918ء کو یوگوسلاویہ کے سربراہ الیگزینڈر اول کو قتل کر دیا گیا۔

10، اکتوبر 1731ء کو برطانیہ کا مشہور سائنس دان ہنری کونٹ پیدا ہوا۔

11، اکتوبر 1737ء کو بھارت کے شہر کلکتہ میں شدید زلزلہ آیا، جس سے 3 لاکھ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔

12، اکتوبر 1492ء کو کولمبس جزائر غرب الہند (ویسٹ انڈیز) پہنچا۔

13، اکتوبر 1792ء کو امریکی صدر کے دفتر وائٹ ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

14، اکتوبر 1066ء کو جنگِ ہسٹنگز کا آغاز ہوا۔

15، اکتوبر 1969ء کو صومالیہ کے صدر علی شیر کو قتل کر دیا گیا۔

16، اکتوبر 1951ء کو پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو قتل کر دیا گیا۔

18، اکتوبر 1627ء کو شہنشاہ جہانگیر نے چکس کے مقام پر کشمیر میں وفات پائی۔

21، اکتوبر 1833ء کو نوبل پرائز کے بانی الفریڈ نوبل پیدا ہوئے۔

24، اکتوبر 1947ء کو آزاد جموں و کشمیر کی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

25، اکتوبر 1971ء کو عوامی جمہوریہ چین اقوام متحدہ کا رکن بنا۔

26، اکتوبر 1968ء کو پاکستان نے میکسیکو اولمپک کھیلوں میں ہاکی کے مقابلہ میں سونے کا تمغہ حاصل کیا۔

27، اکتوبر 1958ء کو جنرل محمد ایوب خان صدر پاکستان بنے۔

31، اکتوبر 1876ء کو بنگلہ دیش کے شہر باقر گنج میں شدید طوفان سے 2 لاکھ انسان ہلاک ہوئے تھے۔

☆☆☆☆☆

مصوّری وخطاطی میں نیا اضافہ............افتخار انجم رانا

غضنفر عباس

آرٹ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ انسانی تہذیب' اس لئے انسان' تہذیب کے آغاز سے ہی اپنے لافانی جذبوں کا اظہار آرٹ کے ذریعے کرتا آرہا ہے۔ مصوری اور خطاطی کا شمار آرٹ کی ان اشکال میں ہوتا ہے جن کے فروغ میں وادئ سندھ کے آرٹسٹوں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ صادقین' گل جی' عبدالرحمٰن چغتائی' استاد اللہ بخش' شاکر علی اور زوار حسین ایسے نام ہیں جن کا فنی حوالہ پوری دنیا کے لئے سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے فن کی بدولت پوری دنیا میں نہ صرف اپنے خطے کا نام روشن کیا بلکہ اپنا ذاتی حوالہ بھی صدیوں کے لئے امر کیا۔ فن مصوری اور خطاطی کے ان مشاہیر کی طرح موجودہ عہد میں بھی اس خطے کے لوگ اپنی بے مثال فنی صلاحیتوں کے ذریعے فن کی آبیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں میں حنیف رامے' ایس ایم خالد' اسلم کمال' زبیدہ آغا' استاد جہانگیر' نیاز دانش اور فرید بھٹی کے نام نہایت اہم ہیں۔ انہی لوگوں کی فنی عظمت سے متاثر ہو کر آرٹ کی دنیا میں قدم رکھنے والا ایک اور نام افتخار انجم رانا کا ہے۔

افتخار انجم رانا 20 اپریل 1966ء کو سرائیکی وسیب کے تاریخی قصبہ دائرہ دین پناہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم بھی یہیں سے حاصل کی اور ایف اے کرنے کے بعد وہ بحیثیت ڈرائنگ ٹیچر محکمہ تعلیم سے منسلک ہو گئے۔ اب وہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے بی اے کر رہے ہیں اور ایم اے فائن آرٹ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آج کل وہ گورنمنٹ ہائی سکول صالح والا تحصیل کوٹ ادو میں اپنی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ اپنے آبائی قصبے میں آرٹ کے دلدادہ نوجوانوں کو مصوری اور خطاطی کی تربیت بھی دے رہے ہیں۔

آرٹ کی دنیا میں اپنی آمد کے بارے میں افتخار انجم رانا نے بتایا کہ انہیں بچپن ہی سے تصویریں بنانے کا شوق تھا۔ پھر چھٹی کلاس میں ڈرائنگ کے پیریڈ میں عمدہ ڈیزائننگ پر ڈرائنگ ماسٹر محمد رفیق نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور ان کے شوق کی تکمیل میں ان کی راہنمائی کی۔ بعد ازاں محکمہ تعلیم ہی سے وابستہ ایک اور صاحبِ ذوق شخصیت رائے بشیر احمد نے بھی اس فیلڈ میں ان کی خاصی مدد کی۔

اسی دوران انہوں نے اپنے گھر میں فن کدہ قائم کیا اور چھوٹے موٹے لینڈ سکیپ اور پورٹریٹ بنانے کی ریاضت شروع کر دی۔ افتخار انجم رانا کے بقول انہوں نے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں نامور فنکاروں کے انٹرویو اور فن پارے دیکھ کر استفادہ کیا۔ امین گل جی کی تصنیف **Abstract Art** اور خورشید گوہر قلم کی کتاب ''مرقّع

زریں‘‘ بھی ان کی راہنمائی کا سبب بنی۔

فنی اعتراف میں ایوارڈز اور انعامات حاصل کرنے کے حوالے سے افتخار انجم نے بتایا کہ انہیں اس فیلڈ میں سب سے پہلا انعام 1980ء میں اس وقت کے کور کمانڈر ملتان جنرل راجہ سروپ خان نے فاطمہ جناح اور ایک چرواہے کے بھیڑ بکریاں چرانے کا منظر پینٹ کرنے پر 100 روپے کی صورت میں دیا۔اسی طرح اگست 1992ء میں سالک ایجوکیشنل پیس سوسائٹی کے زیرِ اہتمام آواری ہوٹل لاہور میں ہیروشیما اور ناگا ساکی میں ہوئے ایٹمی حملوں کے تناظر میں ’’امن ملے میرے بچوں کو‘‘ کے عنوان سے منعقدہ ایک نمائش میں تصویر بنانے پر بھی اعزازی سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔اس نمائش میں انہوں نے البرٹ سکائزر اور جین ایڈم کے پورٹریٹ نمائش کے لئے پیش کئے تھے۔ مذکورہ نمائش میں 1500 پورٹریٹ نمائش کے لئے رکھے گئے تھے۔ان میں سے 75 اعلیٰ پورٹریٹ اقوامِ متحدہ کی لائبریری کے لئے منتخب ہوئے جن میں افتخار انجم رانا کے بھی دو پورٹریٹ شامل تھے۔1992ء میں ہالی ڈے ان لاہور میں ایک اشاعتی ادارے کی طرف سے کل پاکستان نمائش ہوئی جس میں افتخار انجم رانا کے فن پارے نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔اسی طرح فیصل آباد کی ایک ثقافتی تنظیم نے معروف لوک فنکار عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کا پورٹریٹ بنانے پر افتخار انجم کو گولڈ میڈل سے نوازا۔

افتخار انجم رانا مغل شہنشاہوں ہمایوں‘ بابر‘ ٹیپو سلطان اور ملکہ نور جہاں کے علاوہ علامہ اقبال‘ مرزا اسد اللہ خان غالب اور خواجہ غلام فرید کے پورٹریٹ بھی بنا چکے ہیں۔اس کارکردگی پر انہیں ڈسٹرکٹ انتظامیہ مظفر گڑھ کی طرف سے اعزازی سرٹیفکیٹ اور انعامات بھی مل چکے ہیں۔

وہ اب تک مشاہیر کے علاوہ مقامی لوگوں کے بھی 100 سے زائد پورٹریٹ بنا چکے ہیں۔اسی طرح 25 کے قریب لینڈ سکیپ بھی ان کی فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں‘ جو انہوں نے اپنی آرٹ اکیڈمی میں آویزاں کئے ہوئے ہیں۔خواجہ غلام فرید کے اشعار کی منظر نگاری کے ساتھ ساتھ وسیبی تاریخی عمارات کو بھی کینوس پر منتقل کر کے محفوظ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔آج کل وہ خطاطی اور مصوری کے علاوہ گلاس ورک کی تربیت ملتان کے معروف آرٹسٹ جہانزیب دادخان سے حاصل کر رہے ہیں۔

افتخار انجم کا کہنا ہے کہ وہ یہ کام ذاتی دلچسپی اور روحانی تسکین کے لئے جاری رکھے ہوئے ہیں لیکن وسائل کی کمی کے باعث انہیں بے حد مشکلات کا سامنا ہے۔ محدود ذاتی وسائل سے یہ کام اس لئے بھی ممکن نہیں کیونکہ پینٹنگ کا سامان مثلاً آئل کلرز‘ واٹر کلرز اور پیپرز کے معاوضے ان کی دسترس سے باہر ہیں۔

افتخار انجم رانا نے بتایا کہ ان کی ایک پینٹنگ ملتان آرٹس کونسل کی آرٹ گیلری میں نو ماہ آویزاں رہی۔ان کا کہنا ہے کہ مقامی آرٹسٹوں کی حوصلہ افزائی کے لئے علاقے میں موجود آرٹ کونسلوں کو چاہئے کہ وہ آرٹ کے فروغ کے لئے بہتر منصوبہ بندی کریں۔آرٹس کونسلوں کو چاہئے کہ وہ مصوری اور خطاطی کی کم از کم سالانہ نمائش ضرور کرائیں تاکہ مقامی آرٹسٹوں کا فن لوگوں تک پہنچے۔اس طرح آرٹسٹوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوگی۔

☆☆☆☆

نجمہ یاسمین یوسف

ہیرو شیما کی طرح کیوں کریں خود کو تاراج
زندگانی پہ مسلط کریں کیوں موت کا راج
دن وہ آئے کہ کبھی دھرتی اُگائے نہ اناج
کریں انصاف سے ہر ظلم کا سختی سے علاج
نسلِ نَو بدرو و بد رنگ نہ ہونے پائے

بھائی چارا نہ ہو تو بات بگڑ جاتی ہے
آخرش قوتِ برداشت نچڑ جاتی ہے
ظلم جب حد سے گزر جائے تو یہ ہوتا ہے
امن کی فاختہ شہباز سے لڑ جاتی ہے
آسماں اس کے لئے تنگ نہ ہونے پائے

پھول نے تتلی سے بچے نے کہا جگنو سے
جنگ لازم ہے کریں غربت و بیماری سے
ڈالیں رن ٹھوک کے دل شکنی و آزاری سے
ظلم کے مارے ہر انساں کی مصیبت سے ہو جنگ
جنگ نفرت سے، جہالت سے ہو بیماری سے
ایسی ہر تیغ عمل زنگ نہ ہونے پائے

زندگی پھول سے بن جائے نہ خس خار و خزاں
نہ مریں اور جیئے جائیں نہ نفرت نہ گماں
پل بھر میں بن جائیں نہ ہنستے ہوئے گھر بار کھنڈر
بھک سے اُڑ جائیں سبھی خواب سبھی سود و زیاں
آدمیت سبب ننگ نہ ہونے پائے

مل کے کوشش کریں پھر جنگ نہ ہونے پائے

ملیں خوشیاں تو چراغاں کریں یہ سُونے نگر
وقت وہ آئے کہ خوشیوں سے ہوں آسودہ نگر
ان کی بھی کشت تمنا میں لگیں برگ و ثمر
نئی صدیوں کا جو عنوان بنے پروانہ عدل
پھر نہ غارت گری ہو گی کہیں نہ رقصِ شرر
حُسنِ فطرت کی ترنگ بھنگ نہ ہونے پائے

دھرتی کو گیہوں کی بالی کے حسیں گہنے دو
جھرنوں کو گانے دو چشموں کو رواں رہنے دو
آنے والی سبھی نسلوں کے مورّخ کے لئے
صفحۂ زیست پہ کچھ حُسنِ بیاں رہنے دو
اب کسی ہاتھ میں بھی سنگ نہ ہونے پائے

مل کے کوشش کریں پھر جنگ نہ ہونے پائے
پھول نے تتلی سے بچے نے کہا جگنو سے

تاج انصاری

تتلی

صبح سویرے گھر سے نکلا
گھومتا پھرتا باغ میں پہنچا
باغ میں جب اک تتلی آئی
پھول کی ہر پتی شرمائی
پھولوں پہ جب وہ منڈلائی
اُس دم میرے من کو بھائی
پکڑوں اس کو خواہش ٹھہری
پَر تھے اس کے لال سنہری
پکڑا جب تو ٹوٹ گئے پَر
تڑپی دو پل اور گئی مر
انصاریؔ پھر اتنا رویا
غم میں ساری رات نہ سویا
تتلی ہے پھولوں کی رانی
مت کرنا تم یہ نادانی

☆☆☆☆

تسنیم کوثر

گڑیا کی شادی

ماضی کے جھروکوں سے
آتا ہے نظر مجھ کو
وہ دُھندلا سا اک منظر
اِک گڑیا کی شادی ہے
سب سکھیاں بُلائی ہیں
ڈھولک بھی بجائی ہے
بانٹے ہیں بتاشے بھی
ہنڈکلیا پکائی ہے
خود کو بھی سجایا ہے
گڑیا بھی سجائی ہے
اور اس کی سلامی بھی
سکھیوں نے کرائی ہے
کیا ہوتا ہے پھر جانے
سب روٹھ سے جاتے ہیں
رشتے جو بنائے تھے
سب ٹوٹ سے جاتے ہیں

رہ جاتی ہوں میں تنہا
رو رو کے یہ کہتی ہوں
بولوں گی نہ اب تم سے
نہ تم کو مناؤں گی
میں گڑیا کی شادی میں
تم کو نہ بلاؤں گی
اور صبح جو آتی ہے
اسکول کو جاتے ہیں
خفگی تھی کوئی ہم میں
سب بھول ہی جاتے ہیں
کتنا تھا حسیں بچپن
نہ کوئی عداوت تھی
پل بھر کی لڑائی تھی
پل بھر کی بغاوت تھی
پھر کھیل کی باتیں تھیں
پھر ویسی ہی چاہت تھی

قومی اسمبلی کی خواتین ارکان وزیراعظم کے ساتھ

وزیراعظم ریونیوڈویژن کی بریفنگ کے دوران

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی نمائندہ
ڈاکٹر نفیس صادق وزیراعظم شوکت عزیز کے ساتھ

وزیراعظم موبائل کمپنیوں کے نمائندوں کے ساتھ

وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد
پلانٹ کمپلیکس کا افتتاح کرتے ہوئے

وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد
پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں

وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات
انیسہ زیب طاہر خیلی افطار پارٹی میں

ہماری دستاویزی فلمیں

نمبرشمار	نام	دورانیہ
1	علامہ اقبال 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30منٹ
2	آرکیٹکچر ان پاکستان 35MM/VHS	20منٹ
3	آرٹ اِن پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30منٹ
4	برتھ آف پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30منٹ
5	کلچرل ہیریٹیج آف پاکستان (اردو) 35MM/Betacam	20منٹ
6	چلڈرن آف پاکستان 35MM/VHS/U.Matic	20منٹ
7	کری ایٹو ہینڈز (انگلش) 35MM/U.Matic	30منٹ
8	گندھارا آرٹ (انگلش) 35MM/U.Matic	20منٹ
9	گریٹ ماؤنٹین پاسز اِن پاکستان (انگلش) 35MM	20منٹ
10	گرین ٹرٹل ان پاکستان (اردو، انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	10منٹ
11	جرنی تھرو پاکستان (اردو، انگلش) 35MM	20منٹ
12	لیکس اِن پاکستان (اردو) 35MM	30منٹ
13	مونومنٹس آف پاکستان (اردو) 35MM/VHS	20منٹ
14	موہن جوڈرو (انگلش) 35MM	20منٹ
15	مائنارٹیز اِن پاکستان (انگلش، اردو) 35MM/UHS/U.Matic	20منٹ
16	میرج کسٹمز 35MM/VHS	20منٹ
17	وائلڈ لائف اِن پاکستان (اردو) 35MM	30منٹ
18	مرزا غالب (اردو) 35MM/VHS	80منٹ
19	پاکستان، پاسٹ اینڈ پریذنٹ (انگلش) 35MM/VHS	30منٹ
20	پاکستان۔اے پورٹریٹ (انگلش) VHS/U.MATIC.35MM	30منٹ
21	کارپٹس (اردو) 35MM	20منٹ
22	پی ایم اے کاکول (اردو) 35MM/U.Matic	30منٹ
23	پاکستان پینوراما (اردو، انگلش، عربی) 35MM/U.Matic	20منٹ
24	ویلی آف سوات (اردو) 35MM	20منٹ
25	پاکستان سٹوری (اردو) VHS/35MM	70منٹ
26	پاکستان لینڈ اینڈ اٹس پیپلز (انگلش) 35MM	30منٹ
27	پاکستان پرامزنگ لینڈ (انگلش) 35MM/U.Matic	50منٹ
28	قائداعظمؒ (اردو) 35MM/VHS	30منٹ
29	سوہنی دھرتی۔پاکستان (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	30منٹ
30	سینک بیوٹی آف پاکستان (اردو) 35MM	20منٹ
31	انڈس۔دی ریور آف ہسٹری (اردو) 35MM	20منٹ
32	انڈسٹریل گروتھ آف پاکستان 35MM	20منٹ
33	ناردرن ایریاز (انگلش) 35MM	30منٹ
34	جیم اینڈ جیولری (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	20منٹ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی۔ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔پاکستان: فون 051-9202776 فیکس: 051-9206828

ماہنامہ پاک جمہوریت لاہور ستمبر 2004ء رجسٹرڈ نمبر LRL 82

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/=	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	95/=	$-04
3	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	95/=	$-04
4	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	425/=	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/=	$-17
6	اقوال قائدؒ (مجلد/ پیپر بیک)	انگریزی	50/=	$-03
7	جناح اور ان کا دور (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/=	$-10
8	پاکستان۔فرام ماؤنٹینز ٹو سی (از محمد امین۔ڈنکن ویلٹس۔گراہم ہینکاک)	انگریزی	650/=	$-20
9	پاکستان۔چینی مصوروں کی نظر میں (ین ینگ اینڈ ٹو ہوا)	انگریزی، عربی فرانسیسی، چینی	500/=	$-20
10	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	100/=	$-04
11	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (چھ جلدیں)	انگریزی	450/=	$-17
12	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (پیپر بیک) (چھ جلدیں)	انگریزی	400/=	$-15
13	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
14	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
15	وحدت افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/=	$-04
16	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/=	$-01
17	پاکستان پکٹوریل (دوماہی)	انگریزی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
18	المصورہ (دوماہی)	عربی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
19	سروش	فارسی	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ
20	ماہ نو (ماہنامہ)	اردو	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ

رابطہ برائے خریداری

منیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز، بی-ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد-پاکستان: فون 051-9202776 فیکس: 051-9206828